سلسلہ مطبوعات

41

داڑھی کا وجوب اور مسنون مقدار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
داڑھی کا وجوب
اور
مسنون مقدار
تالیف
استاذ المناظرین
حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا
اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

ضابطہ

نام کتاب: ——— داڑھی کا وجوب اور مسنون مقدار

تالیف: ——— حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب

اہتمام: ——— ادارہ تحفظ سنت بہاولپور

ناشر: ——— اتحاد اہل السنّت والجماعت

ملنے کے پتے

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا 0300-7739206

مکتبہ اہل السنّت والجماعت ۸۷ جنوبی سرگودھا

مکتبہ اسلامیہ نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ بالنوری ٹاؤن کراچی

ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان 0614514929

مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

کشمیری بکڈ پوتلہ گنگ چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ البررۃ

مقدمہ

داڑھی کے مسئلہ میں اعتقاداً وعملاً بہت افراط، تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ مودودی صاحب نے ایک قبضہ داڑھی کو سنت ماننے کے بجائے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ بڑی داڑھی نبی کریم ﷺ نے رکھی ہے مگر شرعی حکم کے طور پر نہیں بلکہ ایک عادت کے طور پر۔ اس لئے قبضہ داڑھی کو سنت شرعیہ قرار دینا بدعت ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں

> ''حضور ﷺ کا بڑھی داڑھی رکھنا عادت کے ماتحت تھا...... عادتِ رسول کو سنت سمجھنا سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے (یعنی دین کو بدلنا ہے) (ترجمان القرآن مارچ، اپریل، مئی، جون ۱۹۴۶ء ص ۱۷۹، ۱۸۰، بحوالہ مجموعہ رسائل قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

دوسری طرف غیر مقلدین نے کہا ہے کہ داڑھی طولاً عرضاً جتنی بڑھتی ہے بڑھنے دیں اور جدھر جاتی ہے جانے دیں اور ایسا کرنا فرض ہے وہ اس کو شرعی حکم قرار دیتے ہیں ایک قبضہ داڑھی کو وہ بھی سنت شرعیہ تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ دارالحدیث محمدیہ (ملتان) سے ایک تفصیلی اشتہار چھپا ہے جس کا جلی عنوان ہے ''داڑھی'' اس پر تین قسم کی داڑھی کے تین کالموں میں الگ الگ فوٹو دیے ہوئے ہیں پہلے کالم میں داڑھی اس طرح دکھائی گئی ہے کہ طولاً عرضاً بہت لمبی ہے اور نیچے آ کر دائیں بائیں دو حصوں میں بکھر جاتی ہے۔ دوسرے کالم میں ایک قبضہ سے زائد تراشی ہوئی

ہے۔ اور تیسرے کالم میں داڑھی مونڈی ہوئی ہے۔ ان میں پہلی داڑھی پر تصدیق کا نشان ہے دوسری دونوں پر کانٹا کا نشان لگا ہوا ہے۔ گویا پہلی منتشر داڑھی شرعی ہے اور دوسری، تیسری غیر شرعی ہے بلکہ تاثر یہ دیا ہے کہ ایک قبضہ داڑھی سے زائد بال کٹوانا اور داڑھی مونڈنا یک برابر ہے[1] پس ایک قبضہ داڑھی کے شرعی حکم اور سنت شرعیہ ہونے کے یہ دونوں فرقے منکر ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ فرقہ مودودیہ کے نزدیک ایک قبضہ کی مقدار ضروری نہیں بلکہ تراش خراش کر کے قبضہ سے چھوٹی خشخشی داڑھی رکھ لی جائے تو اس سے بھی شرعی حکم پورا ہو جاتا ہے۔ جبکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ اجماعی سنت ہے اور کوئی نبی بھی خشخشی داڑھی والا نہ تھا۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور تبع تابعین میں بھی کوئی خشخشی داڑھی والا نہ تھا۔ اور فرقہ غیر مقلدیہ کے نزدیک داڑھی جتنی بڑھتی اور پھیلتی ہے اسے بڑھنے اور پھیلنے دیں ان کے نزدیک داڑھی سے قصداً ایک بال بھی کاٹنا حرام اور سخت گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔

اس افراط تفریط کے درمیان اہل السنّت والجماعت کا مسلک اعتدال یہ ہے کہ کم از کم ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اس کو جو سنت کہا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی کا حکم سنت سے ثابت ہے یا یہ مطلب ہے کہ داڑھی رکھنا شرعی طریقہ ہے اور سنت کا ایک معنیٰ شرعی طریقہ بھی ہے۔ اور محدثین کے نزدیک اس کا اطلاق حدیث پر بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا داڑھی کو سنت لکھنے اور کہنے سے یہ دھوکہ نہ کھایا جائے کہ یہ واجب نہیں۔

ائمہ اربعہ اور امت کے تمام علماء اہل السنّت والجماعت کا اتفاق ہے کہ

۱......کم از کم ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔

۲......اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک قبضہ سے زائد داڑھی کو بڑھانا اور چھوڑنا نہ فرض ہے، نہ واجب ہے اور نہ سنت مؤکدہ ہے۔

۳......اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک قبضہ سے زائد بالوں کا کٹوانا جائز ہے۔

۱۔ اس کا عکسی فوٹو کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴......ایک قبضہ سے زائد قبیح صورت بنانے والے اور بدنمائی پیدا کرنے والے بالوں کا تراشنا ضروری ہے۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ قبضہ سے زائد غیر قبیح بالوں کا چھوڑنا اولی ہے یا کٹوانا اولی ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ چھوڑنا اولی ہے اور کٹوانا خلاف اولی و مکروہ تنزیہہ ہے۔ مگر بدنمائی پیدا کرنے والے زائد بالوں کا کٹوانا ان کے نزدیک بھی اولی ہے اور ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ صرف حج یا عمرہ کے موقع پر کٹوانا مکروہ نہیں ہے اس کے علاوہ مکروہ تنزیہہ ہے۔ جبکہ ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ مطلقاً ایک قبضہ سے زائد بالوں کا کٹوانا اولی ہے۔ جن حضرات نے نبی پاک ﷺ کے اعفاء لحیہ والے حکم کے ظاہر کو دیکھا انہوں نے کہا کہ ایک قبضہ سے زائد بالوں کا چھوڑ دینا اولی ہے۔ اور کٹوانا خلاف اولی و مکروہ تنزیہہ ہے اور جن حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ و دیگر صحابہ کرامؓ کے عمل کو دیکھا کہ وہ حج و عمرہ کے موقع پر زائد از قبضہ بالوں کو درست کر لیتے تھے انہوں نے کہا کہ حج و عمرہ کے موقع پر ایسا کرنا بلا کراہت جائز ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے اور جن حضرات نے خود رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہؓ و تابعین کے عمل کو دیکھا کہ وہ ایک قبضہ سے زائد بال کٹواتے ہیں اس میں حج و عمرہ کی تخصیص بھی نہیں ہے انہوں نے مطلقاً اس عمل کو اولی قرار دیا ہے۔ اہل السنت والجماعت کے ان تینوں طبقوں کا اختلاف کوئی اتنا بڑا اختلاف نہیں بلکہ اولی اور غیر اولی کا یا بہتر اور بہت بہتر کا اختلاف ہے۔ ان میں سے ہر طبقہ ایک عمل کو اولی کہتا ہے لیکن دوسرے عمل کے جواز کا انکار نہیں کرتا زیادہ سے زیادہ وہ اس دوسرے عمل کو خلاف اولی اور مکروہ تنزیہہ کا درجہ دیتا ہے مگر اس کے جواز کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن فرقہ مودودیہ کا یہ نظریہ کہ ایک قبضہ داڑھی کو سنت اور شرعی حکم سمجھنا بدعت اور دین میں تحریف ہے یا فرقہ غیر مقلدیہ کا یہ کہنا کہ ایک قبضہ سے زائد بالوں کا چھوڑنا فرض ہے علماء امت کے اجماعی موقف کے خلاف ہے۔

داڑھی سنت شرعیہ ہے

حضرت عائشہؓ سے مرفوع روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دس چیزیں فطرت سے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے قص الشارب واعفاء اللحية موچھیں کٹوانا اور داڑھی بڑھانا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں "مَعْنَاهُ أَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الْأَنْبِيَاءِ" اس کا معنی یہ ہے کہ دس چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں اور طلق بن حبیبؒ کی روایت میں صراحت ہے عَشْرَةٌ مِنَ السُّنَّةِ دس چیزیں سنت سے ہیں۔

(نسائی ۲/۴/۲۷)

نیز امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فَحَصَلَ خَمْسُ رِوَايَاتٍ اَعْفُوْا ...... وَاَوْفُوْا ...... وَاَرْخُوْا ...... وَاَرْجُوْا ...... وَوَفِّرُوْا ...... (شرح مسلم للامام النووی ۱/۱۲۹)

خلاصہ یہ کہ روایات میں داڑھی بڑھانے کے متعلق پانچ قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور پانچوں قریب المعنی ہیں یعنی داڑھی بڑھاؤ۔ یہ پانچوں صیغے امر کے ہیں اور تمام علماء حقہ کے نزدیک یہ امر وجوب کے لئے ہے اگر داڑھی کا رکھنا محض عادت کے طور پر تھا شرعی حکم کے طور پر نہ تھا تو امت کو اتنی تاکید کے ساتھ حکم دینے کا کیا مطلب؟ نیز اعفاء لحیہ کو تمام انبیاء کی مشترکہ اور متفقہ سنت بتایا گیا ہے اس سے بھی اس کا سنت شرعیہ ہونا معلوم ہوا۔ پھر تمام انبیاء اور تمام صحابہ کرامؓ، تابعین عظام رحمہم اللہ تبع تابعین رحمہم اللہ ہر زمانہ کے اہل حق علماء میں سے کوئی بھی خشخشی داڑھی والا نہ تھا اور نہ ہی اس کا کوئی قائل تھا۔ اس لئے فرقہ مودودیہ کا ایک قبضہ داڑھی کو بدعت قرار دے کر خشخشی داڑھی کو شرعی حکم کے طور پر عام کرنا بہت بڑی بدعت اور بہت بڑی گمراہی ہے۔

صاحب ہدایہ مکروہات روزہ کے مسائل میں لکھتے ہیں بحالت روزہ سرمہ لگانے اور مونچھوں کو تیل لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ آگے لکھتے ہیں

"وَلَا يَفْعَلُ ذَالِكَ لِتَطْوِيْلِ اللِّحْيَةِ اِذَا كَانَتْ بِقَدْرِ الْمَسْنُوْنِ وَهُوَ الْقَبْضَةُ "

جب داڑھی کی مسنون مقدار یعنی ایک قبضہ پوری ہو تو لمبا کرنے کے لئے تیل نہ لگائے۔ اس کے تحت علامہ ابن ہمام ایک قبضہ سے چھوٹی داڑھی کے متعلق لکھتے ہیں

" وَاَمَّا الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُوْنَ ذَالِكَ كَمَا يَفْعَلُهٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ

(فتح القدير ٢/ ٢٧٠)

داڑھی کے بال کاٹ کر اس کو ایک قبضہ سے کم کرنا جیسا کہ بعض مغربی اور مخنث لوگ ایسا کرتے ہیں اس کو کسی ایک نے بھی جائز قرار نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک قبضہ داڑھی کے سنت ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے ایک اجماعی سنت کو بدعت قرار دینے کی جرأت مودودی صاحب ہی کر سکتے ہیں کوئی اور نہیں کر سکتا۔ جو آدمی ایک قبضہ داڑھی کو بدعت اور خشخشی داڑھی کو شرعی حکم سمجھتا ہے اور اسی پر عمل پیرا ہے۔ اس کے اس عقیدہ وعمل میں کئی خرابیاں جمع ہو جاتی ہیں۔

١...... ایک قبضہ داڑھی جو سنت ہے اس کو بدعت سمجھنا۔

٢...... خشخشی داڑھی جو بدعت ہے اس کو سنت سمجھنا۔

٣...... گناہ کو نیکی سمجھ کر اختیار کرنا اور اس پر اصرار کرنا اس کو ذریعہ ثواب ونجات خیال کرنا۔

٤...... متبع سنت کو بدعتی سمجھ کر اس سے نفرت کرنا اور مبتدع کو متبع سنت سمجھ کر اس کی عزت وتوقیر اور اس سے محبت کرنا۔

۵......سوءِ خاتمہ کا خطرہ، ایسے گمراہ آدمی کو بہت کم توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے آدمی کو چاہئے کہ وہ اس گناہ کو گناہ سمجھے۔ اس سے توبہ کر کے اصل سنت پر عمل کرے اور بدعت سے اپنے آپ کو اس طرح بچائے جیسے آگ سے اپنے آپ کو بچایا جاتا ہے تا کہ سوءِ خاتمہ سے بچ جائے۔

خشخشی داڑھی والے سے تو داڑھی مونڈا بہتر ہے جو سمجھتا ہے کہ یہ گناہ کا کام ہے اس کو کسی وقت بھی توبہ کی توفیق مل سکتی ہے۔ پس داڑھی مونڈا صرف عمل کے اعتبار سے گمراہ ہے۔ مگر خشخشی داڑھی کو سنت سمجھنے والا عقیدہ و عمل دونوں کے لحاظ سے گمراہ ہے۔ رہا دوسرا فرقہ یعنی غیر مقلدین لوگ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا ہے لہٰذا آپ کے اس حکم کے مطابق داڑھی کا بڑھانا فرض ہے۔ اور اگر داڑھی کے طول و عرض سے کچھ بھی بال کاٹ دیئے تو یہ اس حکم کے خلاف ہے اس لئے داڑھی کے کسی بھی حصہ سے بال کاٹنا حرام ہے۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ داڑھی کو بڑھانا، داڑھی کو چھوڑنا کلی مشکک ہے یعنی بڑھنے اور چھوڑنے کی مقدار کے لحاظ سے اس کے متعدد افراد ہیں۔ جیسے داڑھی مونڈنے والوں کے ذرا بال بڑے ہو جائیں تو کہتے ہیں میری داڑھی بڑھ گئی ہے۔ حجامت بنوانے میں اور بغلوں کے بال صاف کرنے میں دیر ہو جائے تو کہتے ہیں میری حجامت بڑھی ہوئی ہے یعنی میرے بال بڑھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح چہرے پر جب داڑھی کے بال کچھ بھی رکھ لئے جائیں تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی ہے، اس نے داڑھی چھوڑی ہوئی ہے۔ یہ بڑھنے اور چھوڑنے کا ادنیٰ فرد ہے۔ اور اس کا آخری درجہ یہ ہے کہ طول و عرض کے لحاظ سے جہاں تک جاتی ہے اس کو چھوڑ دیں اس ابتداء اور انتہاء کے درمیان میں بھی بڑھنے اور چھوڑنے کی مقدار کے اعتبار سے مختلف افراد ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان احادیث میں داڑھی بڑھانے سے کیا مراد ہے؟ مودودی صاحب

نے بڑھانے کا ابتدائی درجہ مراد لے لیا کہ اتنی داڑھی کہ جس سے محسوس ہو کہ اس کے چہرے پہ داڑھی کے بال ہیں اس سے شریعت کا حکم پورا ہو جاتا ہے۔ غیر مقلدین نے آخری درجہ مراد لیا اور وہ بھی فرض کے درجہ میں جبکہ علماء اہل السنّت والجماعت کے نزدیک ایک قبضہ کی مقدار تک بڑھانا واجب ہے۔ اس سے زیادہ بڑھانا نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، اور نہ ہی سنت مؤکدہ ہے۔ البتہ بعض حضرات کے نزدیک بڑھانا اولی ہے داڑھی بڑھانے کی مراد متعین کرنے میں ایک رائے مودودی جماعت کی ہے دوسری رائے غیر مقلدین حضرات کی ہے۔ اور تیسری رائے علمائے اہل السنّت والجماعت کی ہے۔ لیکن فرقہ مودودیہ اور فرقہ غیر مقلدیہ کے پاس سوائے عقلی موشگافیوں کے کوئی نقلی دلیل نہیں ہے۔ نہ انہوں نے اب تک کوئی قرآن وحدیث سے دلیل پیش کی ہے۔ نہ کر سکتے ہیں۔ خصوصاً فرقہ غیر مقلدیہ ایک مشت سے زائد بالوں کے چھوڑنے کی فرضیت پر قرآن وحدیث کی کوئی صریح دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر وہ خود خدا اور رسول خدا بن جائیں اور اپنی رائے کا نام قرآن وحدیث رکھ لیں تو وہ جدا بات ہے۔ البتہ علماء اہل السنّت والجماعت کی جو اعفاء اللحیہ کے بارے رائے ہے اور جو انہوں نے موقف اختیار کیا ہے اس پر شرعی دلائل موجود ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

داڑھی کا وجوب اور مسنون مقدار احادیث مرفوعہ کی روشنی میں

حدیث نمبر 1...... حدثنا هناد نا عمر بن هارون عن اسامة بن زيد عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا

(ترمذی ،باب فی الاخذ من اللحية ج۲ ص۱۰۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی داڑھی کے عرض وطول سے کچھ بال لے لیتے تھے۔ اس میں حج وعمرہ کی بھی کوئی تخصیص نہیں۔ معلوم ہوا کہ داڑھی کے طول وعرض سے کچھ بال کاٹنا جائز ہے۔ اس سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ یہ موقف کہ'' داڑھی کے قبضہ سے زائد بالوں کا چھوڑنا فرض ہے اور کاٹنا حرام ہے'' اس حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔ نبی پاک ﷺ کی حدیث کی مراد جو خود نبی ﷺ کے اپنے عمل کے خلاف ہو وہ یقیناً غلط ہوگی۔ لہذا اعفاء لحیہ کی صحیح مراد وہی ہے جو علماء اہل السنّت والجماعت نے بتائی ہے کہ قبضہ تک بڑھانا واجب ہے اس سے زائد بالوں کا بڑھانا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ کٹوانے کی اجازت ہے۔ یہاں بھی یہی مراد ہے کیونکہ بالا جماع رسول اللہ ﷺ کی داڑھی قبضہ سے کم نہ تھی پس جو آپ بال لیتے تھے وہ قبضہ سے زائد ہوتے تھے۔

اس حدیث کی سند پر امام ترمذی رحمہ اللہ جو تبصرہ کیا ہے وہ ملاحظہ کیجئے

''هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ لَا اَعْرِفُ لَهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ لَهٗ

اَصْلٌ اَوْقَالَ يَتَفَرَّدُ بِهٖ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثُ كَانَ النَّبِىُّ ﷺ يَاْخُذُ
مِنْ لِحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا وَلَا نَعْرِفُ اِلَّامِنْ حَدِيْثِ
عُمَرَ بْنِ هَارُوْنَ وَرَأَيْتُهٗ حَسَنَ الرَّأْىِ فِىْ عُمَرَ بْنِ هَارُوْنَ
وَسَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُوْلُ عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ كَانَ صَاحِبَ حَدِيْثٍ
وَكَانَ يَقُوْلُ اَلْاِيْمَانُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ قَالَ قُتَيْبَةَ نَا وَكِيْعُ بْنُ
الْجَرَّاحِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ نَصَبَ
الْمِنْجَنِيْقَ عَلٰى اَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ قُتَيْبَةَ قُلْتُ لِوَكِيْعٍ مَنْ هٰذَا؟
قَالَ صَاحِبُكُمْ عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ"

یہ حدیث غریب ہے (یعنی اسامہ سے یہ حدیث اکیلے عمر بن ہارون نے روایت کی ہے۔ پس جس حدیث کو نقل کرنے والا کوئی اکیلا محدث ہو اس حدیث کو غریب کہا جاتا ہے۔ غریب ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ضعیف ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ترمذی ۱/۷ پر باب قائم کیا باب مایقول اذا خرج من الخلاء اس میں غفرانک والی حدیث نقل کر کے کہا "ہذا حدیث حسن غریب" اسی طرح ترمذی ۱/۸ پر باب ہے باب ماجاء من الرخصۃ فی ذالک اس میں حضرت جابرؓ کی حدیث نقل کر کے کہا "وحدیث جابر فی ہذا الباب حسن غریب" بلکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ۶۲۰ جگہ حسن غریب، ۹ جگہ غریب حسن، ۲۵۸ جگہ حسن صحیح غریب، ۵۵ جگہ حسن صحیح غریب کے الفاظ استعمال کیے ہیں اسی طرح بخاری شریف کی پہلی حدیث بھی غریب ہے لیکن ضعیف نہیں۔ آگے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ وجہ غرابت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل کی کہ اس کے روایت کرنے میں عمر بن ہارون منفرد ہے۔ ناقل) میں نے محمد بن اسمٰعیل (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا انہوں نے فرمایا عمر بن ہارون مقبول الحدیث ہے میں اس کی کوئی ایسی حدیث نہیں جانتا جس کی کوئی اور اصل (یعنی تابع) نہ ہو یا یہ کہا کہ جس میں وہ متفرد ہو مگر یہ مذکورہ حدیث

کہ اس میں وہ متفرد ہے کیونکہ ہم یہ حدیث نہیں جانتے مگر عمر بن ہارون کے ذریعہ۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہارون کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے۔ نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ قتیبہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ عمر بن ہارون محدث تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے اور قتیبہ نے کہا کہ امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی سے حدیث نقل کی اور اس آدمی نے ثور بن یزید سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف پر پتھر پھینکنے کے لئے منجنیق (گوپیا) نصب کی۔ قتیبہ کہتے ہیں میں نے وکیع سے پوچھا یہ آدمی کون ہے انہوں نے جواب دیا تمہارا دوست عمر بن ہارون۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس مختصر تبصرے میں اپنے دو استاد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ عمر بن ہارون کی توثیق نقل کی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے اچھی رائے رکھتے تھے۔ قتیبہ ان کو محدث تسلیم کرتے ہیں اور امام وکیع جیسے عظیم محدث کا ان سے روایت لینا ان کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ غیر مقلد محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری اپنی مایہ ناز کتاب تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ۴/۱۱ پر لکھتے ہیں۔

”وَوَجْهُ ذِكْرِهِ اَنْ يَّتَبَيَّنَ اَنَّ وَكِيْعًا مَعَ جَلَالَةِ قَدْرِهِ قَدْ رَوٰى عَنْ عُمَرَ بْنِ هَارُوْنَ حَدِيْثَ الْمَنْجَنِيْقِ“

اس مقام میں حدیث منجنیق کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ چاہتے ہیں کہ امام وکیع جیسے جلیل القدر محدث نے عمر بن ہارون سے روایت لی ہے۔ اس تبصرے کے مطابق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بخاری، قتیبہ اور امام وکیع رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک عمر بن ہارون ثقہ ہے اور ان کی روایت حجت ہے۔

غیر مقلدین کی جہالت:

اتنی واضح بات کے باوجود غیر مقلدین حضرات دار الحدیث محمدیہ سے شائع شدہ

اشتہار کے کالم نمبر ۲ میں حضرت عبداللہ بن عمرو کی مذکورہ بالا حدیث کے متعلق لکھتے ہیں

''لیکن یہ روایت قطعاً صحیح نہیں بلکہ مردود اور باطل ہے خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت بے اصل ہے جس کی کوئی اصل نہیں''

اولاً عرض یہ ہے کہ لا اصل لہ اور لیس لہ اصل محدثین کے اصطلاحی الفاظ ہیں۔ الشیخ عبد الرحمن بن ابراھیم الخمیسی نے اس کے دو معنی لکھے ہیں ۔ ا۔ لیس لہ اسناد ، اس کی کوئی سند نہیں، یعنی بے سند ہے۔ ۲۔ کوئی دوسرا راوی اس کا متابع (موافقت کرنے والا) نہیں ہے۔ شیخ موصوف دوسرا معنی لکھنے کے کے بعد فرماتے ہیں

" وَهٰذَا الْمَعْنٰى هُوَ الْاَكْثَرُ اسْتِعْمَالاً وَّهٰذَا مَا يَقْصُدُهُ الْعُقَيْلِيُّ وَابْنُ عَدِيٍّ فِىْ كِتَابَيْهِمَا وَكَذَالِكَ كُلُّ مَنْ ذَكَرَ هٰذَا الْاِصْطِلَاحَ فِىْ كِتَابٍ يَرْوِيْهِ فِيْهِ بِاِسْنَادِهٖ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ كَابْنِ حِبَّانَ وَالْحَاكِمِ وَالْبَيْهَقِيِّ

(معجم علوم الحدیث النبوی ص۱۷۶)

اور یہی متابع والا معنی زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ عقیلی اور ابن عدی اپنی کتابوں میں یہی معنی مراد لیتے ہیں اسی طرح ہر وہ محدث جو اس اصطلاح کو ایسی کتاب میں ذکر کرے جس میں نبی کریم ﷺ تک سند کے ساتھ احادیث نقل کرنے کا التزام کیا گیا ہے تو اس کی مراد یہی معنی ہوتا ہے۔

دار الحدیث محمدیہ کے مرتبین اشتہار علماء کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی کتاب جامع ترمذی کو حدیث کی کتاب مانتے ہیں اور یہ بھی ان کو تسلیم ہے کہ اس میں احادیث نبویہ کو پوری سند کے ساتھ نقل کرنے کا التزام کیا گیا ہے تو وہ

محدثین کی اصطلاح کے خلاف کئے گئے معنی کو واپس لیں اور باسند حدیث کو بے اصل کہنے سے رجوع کریں اوراس کا وہ معنی کریں جو محدثین کے قاعدہ کے مطابق ہے یعنی عمر بن ہارون کی ہر حدیث کا کوئی نہ کوئی متابع ہوتا ہے مگراس حدیث میں ان کا کوئی متابع نہیں ہے پس اس حدیث میں وہ منفرد ہے اسی لئے یہ حدیث غریب ہے اور غریب ہونے سے تو ضعیف ہونا بھی لازم نہیں آتا مردود اور باطل کیسے ہوسکتی ہے۔ غلطی سے رجوع کرنا عدل وانصاف کا تقاضا اور اہل حق کا طریقہ ہے اس میں وہ اپنی ضد، جہالت، انانیت کوآڑے نہ آنے دیں۔

یہی غلطی لگی غیر مقلدین کے مایہ ناز مفتی ومحقق ابوالحسن مبشر احمد ربانی کو انہوں نے ''آپ کے مسائل'' ۲/۱۶۱ پر لکھا ہے ''امام ترمذی اس روایت کے بعد امام بخاری کا قول نقل کرتے ہیں کہ عمر بن ہارون کی یہ روایت بالکل بے اصل ہے'' ......پھرآگے لکھتے ہیں ''حیرت کی بات ہے اس بے اصل من گھڑت اور بے بنیاد روایت''۔ اگر غیر مقلد محقق محدثین کی اصطلاحات سے واقف ہوتے تو وہ اس حدیث کو قطعاً من گھڑت اور بے بنیاد نہ کہتے۔

ثانیاً عرض یہ ہے کہ محدثین کے مذکورہ بالا قاعدہ کے علاوہ اگر خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا تبصرہ میں غور کیا جائے تو اس میں متعدد قرائن ہیں جن سے یہی معنی متعین ہوجاتا ہے کہ اس کا اس حدیث میں کوئی متابع نہیں۔

۱......امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو پوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے تو لیس لہ اصل کا یہ معنی کیسے درست ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث بے اصل ہے (بے سند ہے)

۲......امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر باطل ہونے کا حکم نہیں لگایا بلکہ غریب کا حکم لگایا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قول سے وجہ غرابت بیان کی ہے کہ چونکہ اس کا دوسرا کوئی متابع نہیں اس لئے غریب ہے۔

۳......امام ترمذی کی نقل کردہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کن سے لفظ فرمائے تھے لیس لہ اصل ہے یا یتفرد بہ ہے۔ یتفرد بہ کا معنی واضح ہے کہ عمر بن ہارون اس حدیث کے نقل کرنے میں منفرد اور متفرد ہے یعنی اس کا کوئی متابع نہیں لہٰذا یہ حدیث غریب ہے تو لیس لہ اصل کا معنی بھی ایسا ہونا چاہئے جو اسی مفہوم کو ادا کرے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دونوں جملوں سے مقصود ایک ہی ہے یعنی حدیث کی غرابت بیان کرنا۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی غرابت کو ثابت کرنے کیلئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔

۴......امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے کہا ہے یہ حدیث غریب ہے اور غریب کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث با سند ہے لیکن اس سند میں غرابت ہے یعنی اس کو روایت کرنے والا اکیلا عمر بن ہارون ہے تو یہ معنی کرنا کہ یہ حدیث بے اصل اور بے سند ہے" ہذا حدیث غریب" والے حکم کے خلاف ہے۔

۵......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمر بن ہارون ثقہ راوی ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ تسلیم کریں۔ اور اس کی روایت کو بے اصل قرار دیں۔ اس لئے لیس لہ اصل کا معنی وہ کرنا چاہئے جو محدثین کے قاعدہ اور ان قرائن کے اور سیاق وسباق کے مطابق ہو یعنی اس کا کوئی متابع نہیں اور متابع نہ ہونے سے حدیث کا غریب ہونا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اس سے حدیث کا مردود و باطل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجر کی اندھی تقلید:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں لکھا۔

"وَهٰذَا اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِی وَنَقَلَ عَنِ الْبُخَارِیِّ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ رِوَایَةِ عُمَرَ بْنِ هَارُوْنَ لَا اَعْلَمُ لَهٗ حَدِیْثًا مُنْكَرًا اِلَّا هٰذَا "

(فتح الباری ۱۰/ ٤٢٩)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات نقل کی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بن ہارون کی مذکورہ حدیث کے بارے میں فرمایا کہ میں اس کی کسی حدیث کو منکر نہیں سمجھتا مگر اس حدیث کو......''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تضعیف کے چھ جوابات:

ہم حافظ صاحب کی خدمت میں نہایت معذرت اور ادب کے ساتھ

اولاً یہ عرض کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اس میں کہیں بھی منکر کا لفظ موجود نہیں ہے۔

ثانیاً عرض یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ امام بخاری کا قول نقل کر کے اس حدیث کے غریب ہونے کی وجہ بتانا چاہتے ہیں اور امام بھی اپنے اس قول میں عمر بن ہارون کا اس حدیث میں متفرد ہونا بیان کر رہے اور راوی کی منفرد روایت کو غریب کہا جاتا ہے نہ کہ منکر۔ حدیث کو منکر ثابت کرنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہے نہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

ثالثاً عرض یہ ہے کہ حدیث منکر کی تعریف ہے...... **ما رواه الضعيف مخالفا للثقة** ...... منکر وہ حدیث ہے جس کو ضعیف راوی ثقہ راوی کے خلاف نقل کرے اور عمر بن ہارون امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثقہ راوی ہے تو اس کی روایت ان کے نزدیک منکر کیسے ہو سکتی ہے؟ کہ منکر کی تعریف میں راوی کا ضعیف ہونا شرط ہے۔

رابعاً عرض یہ ہے کہ اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، قتیبہ بن سعید، امام وکیع اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے برعکس حافظ صاحب کے نزدیک عمر بن ہارون ضعیف راوی ہے اور وہ اس حدیث میں منفرد ہے اس وجہ سے اس حدیث کو منکر قرار دے رہے ہیں تو عرض یہ ہے کہ حدیث کے منکر ہونے کے لئے راوی کا ضعف اور تفرد کافی نہیں بلکہ یہ بھی شرط ہے کہ وہ ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف ہو یہاں ثقہ راوی کی کوئی ایسی صریح حدیث نہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

قبضہ سے زائد بالوں کے درست کرنے کی نفی ہو جب نفی والی صریح حدیث ہی نہیں تو یہ حدیث ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف بھی نہ ہوئی تو پھر منکر کیسے بن گئی ؟اور اگر حافظ صاحب کے ذہن میں داڑھی بڑھانے والے حکم پر مشتمل احادیث (اعفوا وغیرہ) ہیں اور اس حدیث کو ان کے خلاف سمجھ رہے ہیں تو گذارش یہ ہے کہ وہ احادیث معنیٰ ومفہوم کے اعتبار سے محتمل ہیں ان میں یہ بھی احتمال ہے کہ قبضہ تک بڑھانا مراد ہو جیسا کہ جمہور علماء نے یہی احتمال مراد لیا ہے اس صورت میں عمر بن ہارون کی مذکورہ بالا حدیث احادیث اعفاء کے خلاف نہیں کہ اس حدیث میں قبضہ سے زائد بالوں کا درست کرنا مراد ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی قبضہ سے چھوٹی داڑھی نہیں کی ۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ آخری درجہ تک بڑھانا مراد ہو اور حافظ صاحب یہی احتمال لے کر عمر بن ہارون کی حدیث کو اس کے خلاف قرار دے رہے ہیں تو اس صورت میں یہ حدیث اعفاء والی حدیثوں کے خلاف نہیں بلکہ آپ نے اپنی رائے سے جو احتمال متعین کیا اس کے خلاف ہے اور کوئی حدیث حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے خلاف ہو تو اس حدیث کو منکر کیوں کہا جائے کہ ان کی رائے ،رائے ہے حدیث اور روایت نہیں ہے۔

خامساً عرض یہ ہے کہ ضعیف حدیث کا ضعف،شواہد اور آثار صحابہؓ وتابعین رحمہم اللہ سے ساتھ موافقت سے دور ہو جاتا ہے وہ شواہد اور آثار آگے مذکور ہیں۔

سادساً عرض یہ ہے کہ اگر حافظ صاحب موصوف ان سب حقائق کو نظر انداز کر کے بہرصورت اس حدیث کے منکر ہونے پر مصر ہیں تو اس کو منکر قرار دینے کی نسبت اپنی طرف کریں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نہ کریں کہ یہ بعید از انصاف اور **توجیہ القائل بما لا یرضی بہ القائل** کا مصداق ہے۔کیونکہ ان کے نزدیک یہ حدیث نہ منکر ہے اور نہ ہی منکر ثابت کرنا ان کا مقصود ہے اس مقام میں حافظ ابن حجر کو سخت غلطی لگی ہے۔لیکن

غیر مقلدین حضرات بغیر سوچے سمجھے حافظ ابن حجر کی اندھی تقلید کر کے اپنے اشتہار کے کالم نمبر۲ میں اور فتاوی نذیریہ میں لکھتے ہیں ''اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں امام موصوف (امام بخاری) سے نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے'' غیر مقلدین حافظ ابن حجر کی اندھی تقلید کر کے اس حدیث کو منکر بھی ثابت نہ کر سکے اور اپنے عقیدہ کے مطابق تقلید کر کے مشرک بھی بن گئے۔ خسر الدنیا والآخرۃ

حدیث نمبر2......اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنِ الْھَیْثَمِ عَنْ رَجُلٍ اَنَّ اَبَا قُحَافَۃَ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ وَلِحْیَتُہٗ قَدِ انْتَشَرَتْ قَالَ فَقَالَ لَوْ اَخَذْتُمْ وَاَشَارَ اِلٰی نَوَاحِیْ لِحْیَتِہٖ

(مسند الامام الاعظم ، کتاب اللباس والزینۃ ص ۲۰۵)

ابوحنیفہ اپنے استاذ ہیثم سے اور ہیثم ایک (صحابی) آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ ابوقحافہؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے آپ نے اس کی داڑھی کے اطراف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کاش! تم کچھ بال لے لیتے، یعنی داڑھی کے کناروں سے بال لے کر اس کو درست کر لیتے۔

حدیث نمبر3......قَالَ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنِ الْھَیْثَمِ عَنْ اَبِیْ قُحَافَۃَ اَنَّہٗ اُتِیَ بِہِ النَّبِیُّ ﷺ وَلِحْیَتُہٗ قَدِ انْتَشَرَتْ فَقَالَ لَوْ اَخَذْتُمْ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلٰی نَوَاحِیْ لِحْیَتِہٖ

(کتاب الآثار لابی یوسف ص ۲۳٤)

یوسف اپنے باپ ابو یوسف سے وہ ابوحنیفہ سے وہ ہیثم سے ابوقحافہ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ ابوقحافہ کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا تو ان کی داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے آپ نے ہاتھ کے ساتھ ان کی داڑھی کے کناروں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کاش! تم ان زائد بالوں کو لے لیتے۔

حدیث نمبر 4...... غیر مقلد مفتی اعظم شیخ الکل فی الکل حضرت علامہ ابو البرکات احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ لکھتے ہیں ''الحافظ العلامہ ابن القیم نے اس معاملہ میں ایک مرفوع روایت بھی پیش کی ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے لوگوں نے داڑھی کے لمبے ہونے کی شکایت کی تو آپ نے ایک قبضہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے زائد کاٹ لے'' (فتاوی برکاتیہ ص ۲۵۸)

حدیث نمبر 5...... وَعَنْ مُجَاهِدٍ رَأَى النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ فَقَالَ لِمَ يُشَوِّهُ اَحَدُكُمْ بِنَفْسِهٖ

(مراسيل ابى داؤد ص ۱۸)

حضرت مجاہد سے (مرسل) روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک لمبی داڑھی والے آدمی کو دیکھ کر فرمایا تم میں سے ایک اپنے آپ کو کیوں قبیح بنا لیتا ہے۔

(ف) یہ روایت مرسل تابعی ہے اور مرسل روایت جمہور کے نزدیک مطلقاً حجت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب اس کی دوسری حدیث سے تائید مل جائے تب حجت ہے۔ چونکہ دوسری احادیث و آثار سے اس کی تائید ہو جاتی ہے اس لئے یہ بالاتفاق حجت ہے اور مقبول ہے۔

حدیث نمبر 6...... عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ ثَائِرَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَاَنَّهٗ يَاْمُرُهٗ بِاِصْلَاحِ شَعْرِهٖ وَلِحْيَتِهٖ فَفَعَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ ﷺ اَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدُكُمْ ثَائِرَ الرَّأْسِ كَاَنَّهٗ شَيْطَانٌ

رواه مالك

(فقہ السنۃ للسید سابق ۱/۳۸، ۳۹۔ مؤطا امام مالک ص ۷۲۲)

عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پراگندہ سر اور داڑھی کی حالت میں آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اشارہ کیا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سر اور داڑھی کے بال درست کرنے کا حکم دیا سو وہ بال درست کرا کے واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ بہتر نہیں ہے اس سے کہ تم میں سے کوئی پراگندہ بالوں کے ساتھ آئے گویا کہ وہ شیطان ہے۔

حدیث 7...... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَأَى النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مُجَفَّلَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَقَالَ عَلَامَ يُشَوِّهُ اَحَدُكُمْ نَفْسَهُ قَالَ وَاَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى لِحْيَتِهٖ وَرَأْسِهٖ يَقُوْلُ خُذْ مِنْ لِحْيَتِكَ وَرَأْسِكَ

(تاریخ اصبہان ج ۱ ص ۳۲۴۔ شعب الایمان ج ۵ ص ۲۲۱)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے سر اور داڑھی کے بال پراگندہ ہیں۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ آپ نے اس کی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تم میں سے ایک اپنے آپ کو کیوں بدشکل کر لیتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا اپنی داڑھی اور سر کے کچھ بال لے لے۔

حدیث 8...... عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأٰى رَجُلًا ثَائِرَ شَعْرِ الْوَجْهِ وَالرَّأْسِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا عَلٰى هٰذَا فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَجَاءَ وَقَدْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِ لِحْيَتِهٖ وَرَأْسِهٖ فَلَمَّا رَاٰهُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا اَحْسَنَ

(ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی ج ۱ ص ۳۷)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اس حالت میں

دیکھا کہ اس کے چہرے اور سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں پس نبی کریم ﷺ نے (ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا اس پر کیسی حالت ہے؟ وہ آدمی چلا گیا پھر دوبارہ اس حالت میں آیا کہ اس نے اپنے سر اور داڑھی کے کچھ بال کاٹے ہوئے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا۔ کیا یہ حالت اس سے اچھی نہیں؟

حدیث 9...... حضرت معاویہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَعَا الْحَجَّامَ فَاَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ وَلِحْيَتِهٖ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَبْ لِىْ هٰذَا الشَّعْرَ قَالَ خُذْهُ يَا مُعَاوِيَةَ الخ (تاريخ دمشق ج٥٩ ص٢٢٨، ٢٢٩)

رسول اللہ ﷺ نے حجام (سینگی لگانے والے) کو بلایا پس اس نے آپ کے سر اور داڑھی کے کچھ بال کاٹے۔ حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ بال مجھے عطاء کیجئے۔ آپ نے فرمایا اے معاویہ! یہ بال لے لے۔

داڑھی کا وجوب اور مسنون مقدار

آثارِ صحابہؓ و تابعین کی روشنی میں

1...... مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوحَنِیفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ کَانَ یَقْبِضُ عَلٰی لِحْیَتِهٖ ثُمَّ یَقُصُّ مَا تَحْتَ الْقُبْضَةِ قَالَ محمدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حنیفةَ

(کتاب الآثار للامام محمد ص ۲۰۳)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ ہیثم کے واسطہ سے خبر دی کہ ابن عمرؓ اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور مٹھی سے نیچے زائد بالوں کو کاٹ دیتے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور ابوحنیفہ کا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی یہی ہے۔

2...... حَدَّثَنَا یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهُ کَانَ یَاْخُذُ مِنْ لِحْیَتِهٖ

(کتاب الآثار لابی یوسف ص ۲۳۴)

یوسف، ابویوسف، ابوحنیفہ، نافع کی سند سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے۔

3...... حَدَّثَنَا یُوسُفُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ کَانَ یَقْبِضُ عَلٰی لِحْیَتِهٖ فَیَاْخُذُ مِنْهَا مَا جَاوَزَ الْقُبْضَةَ (ایضاً)

یوسف، ابویوسف، ابوحنیفہ، ہیثم کی سند سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مٹھی سے زائد بال ہوتے وہ لے لیتے (یعنی کاٹ دیتے)

4......حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِيُ اِبْنَ سَالِمِ الْمُقَفَّعَ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَيَقْطَعُ مَا زَادَتْ عَلَى الْكَفِّ

(سنن ابی داود ج۱ ص۳۲۱ باب القول عند الافطار)

مروان بن سالم مقفع کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے ہیں اور جو مٹھی سے زائد ہے اس کو کاٹ دیتے ہیں۔

5......عَنْ نَافِعٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ (صحیح بخاری ۲/۸۷۵)

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب حج یا عمرہ کر لیتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور زائد بالوں کو کاٹ دیتے۔

(ف) بخاری و مسلم کی حدیث اَعْفُوْا اللُّحٰی اور وَفِّرُوْا اللُّحٰی (داڑھیوں کو بڑھاؤ) دونوں حدیثوں کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں اعفاء لحیہ کی احادیث میں حج وعمرہ میں ان کا قبضہ سے زائد کا کاٹنا اس بات کی دلیل ہے کہ اعفاء لحیہ والی احادیث میں ایک قبضہ تک بڑھانے کا حکم ہے ورنہ خود راوی حدیث ابن عمرؓ اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف کیسے عمل کر سکتے ہیں؟ پس ان کا یہ عمل دلیل ہے کہ ان احادیث میں قبضہ تک داڑھی بڑھانے کا حکم ہے اور قبضہ سے زائد بالوں کو کٹوانے کی اجازت ہے۔ ان کا چھوڑنا فرض نہیں ہے اگر زائد بالوں کے کٹوانے کی رخصت واجازت نہیں تو انہوں نے حج وعمرہ کے موقع پر کیوں کٹوائے؟ رہی حج وعمرہ کی تخصیص تو وہ اتفاقیہ بات ہے ورنہ ان کے نزدیک حج وعمرہ کے علاوہ زائد بالوں کا کٹوانا جائز تھا اور وہ حج وعمرہ کے علاوہ کٹواتے تھے جیسا کہ حدیث ۶، ۷، ۸، میں حج وعمرہ کے بغیر ان کے زائد از قبضہ بالوں کے کٹوانے کا ذکر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں

"قُلْتُ الَّذِيْ يَظْهَرُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَخُصُّ هٰذَا

التَّخصِيصَ بِالنُّسُكِ بَل كان يَحمِلُ الاَمرَ بِالاِعفاءِ عَلٰى غَيرِالحالَةِ الَّتِي تَتَشَوَّهُ فِيها الصُّورَةُ بِاِفرَاطِ طُولِ شَعرِ اللِّحيَةِاَو عَرضِهِ "(فتح الباری ۱۰؍۴۲۹)

میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ ابن عمرؓ اپنے اس فعل کو حج وعمرہ کے ساتھ خاص نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ داڑھی بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے تھے جس میں داڑھی کے طول وعرض میں افراط کی وجہ سے صورۃ بھدی اور قبیح نہ بنے۔

اور حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ لکھتے ہیں

"وَفِي اَخذِ ابنِ عُمَرَ مِنْ آخِرِلِحيَتِهِ فِي الْحَجِّ دليلٌ علٰى جَوازِ الاَخذِ مِنَ اللِّحيَةِ فِي غيرِ الحجّ لِاَنَّهُ لَو كانَ ذَالِكَ غيرَ جائزٍ فِي سائرِ الزَّمانِ مَا جازَ فِي الحجّ لِاَنَّهُم اِنَّمَا اُمِرُوا اَن يَّحلِقُوا اَو يَقصِرُوا اِذا حَلُّوا مِنْ حَجِّهِمْ مَا نُهُوا عَنْهُ فِي حَجِّهِمْ وابنُ عمرَ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ اَعفُوا اللُّحٰى وَهُوَ اَعلَمُ بِمَعْنٰى مَا رَوٰى فَكَانَ الْمَعْنٰى عِندَهُ وَعندَ جُمهُورِ العُلَماءِ الاَخذَ مِنَ اللِّحيَةِ مَا تَطايَر"

(الاستذكار ص ٣١٧ ج٤ ط بيروت)

ابن عمرؓ کا حج میں داڑھی کے اگلے حصے سے بال لینا دلیل ہے غیر حج میں بھی بال لینے کی کیونکہ اگر باقی زمانہ میں ناجائز ہوتا تو حج میں بھی جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ محرمین کو حکم یہ ہے کہ جب وہ احرام کھولنے لگیں تو وہ کام کریں جس سے ان کو احرام میں منع کیا گیا تھا یعنی حلق یا قصر پھر ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے داڑھی بڑھانے کی حدیث روایت کی ہے۔ اور وہ اپنی روایت کردہ حدیث کے معنی کو زیادہ جانتے ہیں اور ابن عمرؓ اور جمہور علماء کے نزدیک معنی یہ ہے کہ جو بال داڑھی کو قبیح اور بھدا کردیں ان کا لینا جائز ہے۔

اور بخاری کی روایت میں نافع نے حج وعمرہ کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ جب وہ احرام کھولنے کے لئے سر منڈاتے تو داڑھی کے قبضہ سے زائد بال بھی کٹواتے۔

6...... عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نُعْفِي السِّبَالَ اِلَّا فِي حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ (ابوداؤد ۲/۲۲۱، باب فی اخذ الشارب) سبال جمع ہے سبلة کی اور مجمع البحار ۳/۲۸ میں ہے "وَالسَّبَلَةُ عِنْدَ الْعَرَبِ مُقَدَّمُ اللحيةِ وَمَا اَسْبَلَ مِنْها علَى الصَّدْرِ" عربوں کے نزدیک سبلہ کا معنی ہے داڑھی کا اگلا حصہ اور سینہ کے مقابل داڑھی کے لٹکے ہوئے بال اور حافظ ابن حجر معنی کرتے ہیں داڑھی کے لمبے بال (فتح الباری ۱۰/۴۲۹) مذکورہ حدیث کا معنی یہ ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم داڑھی کے سامنے والے لٹکے ہوئے بالوں کو چھوڑ دیتے تھے مگر حج وعمرہ میں کٹواتے تھے۔ اس سے بھی قبضہ سے زائد بالوں کے کٹوانے کی اجازت ثابت ہوتی ہے اور زائد بالوں کے بڑھانے کی فرضیت اور کٹوانے کی حرمت کی تردید ہوتی ہے۔ پھر یہ عمل اکیلے حضرت جابرؓ کا نہیں بلکہ وہ جمع کا صیغہ فرمارہے ہیں کہ ہم ایسا کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ متعدد صحابہ کرامؓ کا یہ عمل تھا۔

7...... كان عليٌّ يَاْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِمَّا يَلِي وَجْهَهٗ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۰۸ باب ما قالوا فی الاخذ من اللحیۃ)

حضرت علیؓ اپنے داڑھی کے ان بالوں کو جو چہرہ کے متصل ہوتے تھے کاٹ لیتے تھے۔ یقیناً حضرت علیؓ داڑھی کے وہی بال لیتے ہوں گے جو قبضہ سے زائد ہوتے ہیں کیونکہ قبضہ سے کم کاٹنا گناہ اور حرام ہے۔

8...... عن ابی زُرعةَ قالَ كانَ اَبُو هُرَيرةَ يَقْبِضُ علٰى لِحيَتِهٖ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا فَضَلَ مِنَ الْقُبْضَةِ (ایضاً)

ابوزرعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرۃؓ اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے پھر جو مٹھی سے

زائد بال ہوتے ان کو کاٹ دیتے۔

9......عن مَنصُورٍ قالَ سَمِعتُ عَطاءَ بنَ اَبِی رَباحٍ قالَ کَانُوا یُحِبُّونَ اَن یُعفُوا اللِّحیةَ اِلّا فِی حجٍّ اَو عُمرَةٍ وَکانَ اِبراهِیمُ یَاخُذُ مِنْ عَارِضِ لِحیَتِهٖ (ایضاً ٦/١٠٩)

منصور کہتے ہیں میں نے عطاء بن ابی رباح سے سنا انہوں نے فرمایا کہ وہ (صحابہ کرامؓ) داڑھی بڑھانا پسند کرتے تھے مگر حج وعمرہ میں اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ داڑھی کی چوڑائی والی جانب سے بال کاٹتے تھے۔

10...... عن ابنِ طاؤسٍ عن اَبِیهِ اَنَّهٗ کانَ یَاخُذُ مِنْ لِحیَتِهٖ وَلَا یُوجِبُهٗ (ایضاً)

ابن طاؤس اپنے طاؤس رحمۃ اللہ علیہ متعلق بتاتے ہیں کہ وہ اپنی داڑھی کے بال کاٹتے تھے اور اس کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔

11...... عن الحسنِ قالَ کانُوا یُرَخِّصُونَ فِیمَا زَادَ علَی القُبضَةِ مِنَ اللحیةِ اَن یُؤخَذَ مِنها (ایضاً)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ داڑھی کے ایک قبضہ سے زائد بالوں کے کاٹنے کی اجازت دیتے تھے۔

12...... عن اَفلَحَ قالَ کانَ القاسِمُ اِذا حَلَقَ رَأسَهٗ اَخَذَ مِنْ لِحیَتِهٖ وَشارِبِهٖ (ایضاً)

افلح کہتے ہیں فقیہ قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سر منڈواتے تو داڑھی اور مونچھوں کے کچھ بال بھی کٹواتے۔

13...... عن ابی ھلالٍ قالَ سَألتُ الحسنَ وابنَ سِیرِینَ

فَقالَا لَا بأسَ بِهِ اَنْ تَأخُذَ مِنْ طُولِ لِحْيَتِكَ (ایضاً)

ابو ہلال کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری اور ابن سیرین سے داڑھی کا مسئلہ پوچھا تو دونوں نے کہا داڑھی کی لمبائی سے بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں (یعنی قبضہ سے زائد بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں)

14 ...... عن ابراھیم قال کانُوا یُطَیِّبُوْنَ لُحَاھُم وَیَاْخُذُونَ مِنْ عَوَارِضِھا (ایضاً)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اپنی داڑھیوں کو خوشبو لگاتے اور ان کی چوڑائی کی جانب سے بال کاٹ لیتے تھے۔

15 ...... عن نافِعٍ اَنَّ عبدَ اللّٰہِ بنَ عُمرَ کانَ اِذا اَفْطَرَ مِنْ رَمَضانَ وَھُوَ یُرِیدُ الحجَّ لَمْ یَاْخُذْ مِن رَاسِہٖ وَلا مِنْ لِحْیَتِہٖ شَیْئًا حَتّٰی یَحُجَّ (موطا امام مالک ص ۴۲۱)

نافع کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن عمرؓ کا ارادہ حج ہوتا تو وہ شوال سے حج تک اپنے سر اور داڑھی کے بال چھوڑ دیتے۔ اس میں حکمت یہ ہے تا کہ اس حدیث کا کامل مصداق بن جائیں (اَلْحَاجُّ) اَلشَّعِثُ التَّفِلُ (ترمذی ۱۲۹/۲۔ ابن ماجہ ۲۰۸) حاجی وہ ہے جو پراگندہ بال اور میلا کچیلا ہو۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ حضرت ابن عمرؓ صرف حج کے موسم میں داڑھی کے بال تراشنا چھوڑتے تھے باقی سال میں نہیں چھوڑتے تھے بلکہ قبضہ سے زائد بال کٹواتے تھے۔

16 ...... عن عُمرؓ اَنَّہٗ رَأی رجُلًا قد تَرَکَ لِحیَتَہٗ حتّٰی کَبُرَتْ فَاَخَذَ یَجذِبُھا ثُمَّ قالَ ائتُونِی بِحلَمَتَیْنِ ثُمَّ اَمَرَ رجلًا فَجَزَّ مَا تحتَ یَدِہٖ ثُمَّ قالَ اذْھَبْ فَاَصْلِحْ شَعْرَکَ اَوْ اَفْسِدْہُ

يَتْرُكُ اَحَدُكُمْ نَفْسَهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ سَبُعٌ مِنَ السِّبَاعِ

(عمدۃ القاری ۲۲/۴۷۔ شرح البخاری لابن بطال ۹/۱۴۶)

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے اپنی داڑھی کو اس طرح چھوڑ رکھا ہے کہ وہ زیادہ بڑھ چکی ہے۔ سو آپ نے اس کی داڑھی کو پکڑ کر کھینچا اور فرمایا میرے پاس قینچی لاؤ پھر ایک آدمی کو حکم دیا سو اس نے ان بالوں کو کاٹ دیا جو اس کے ہاتھ کے نیچے تھے پھر اس آدمی کو کہا جا! اپنے بالوں کو درست کر یا خراب کر (پھر ڈانٹتے ہوئے فرمایا) تم میں سے ایک اپنے کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے گویا کہ وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہے۔

17......قرآن کریم میں ہے "ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ" (پ ۱۷) پھر چاہئے کہ وہ حجاج اپنی میل کچیل دور کریں (یعنی احرام کھولنے کے وقت) التفث کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں" سر منڈوانا، مونچھوں کے بال کاٹنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، والاخذ مِنَ الْعَارِضَيْنِ دونوں رخساروں کے بال کاٹنا" (تفسیر طبری ۱۷/۱۴۹)

18......محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں "رَمْيُ الْجِمَارِ .... وَاَخْذٌ مِنَ الشَّارِبَيْنِ وَاللحيةِ" (ایضاً)

19......ابن جریج فرماتے ہیں "الاخذُ مِنَ اللحيةِ" (ایضاً)

20......حضرت مجاہد فرماتے ہیں " حَلْقُ الرأسِ .... وَقَصُّ اللحيةِ" (ایضاً۔ وتفسیر درمنثور ۴/۳۵۷۔ تفسیر ابن ابی حاتم ۹/۳۷۶۔ تفسیر مجاہد ۲/۴۲۳۔ شرح العمدۃ لابن تیمیہ ۳/۷)

قاعدہ ہے الحدیث یفسر بعضہ بعضا بعض حدیثیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا بیس احادیث جن میں سے بعض احادیث مرفوع ہیں اور بعض آثار صحابہؓ وتابعین ہیں۔ احادیث اعفاء کے لئے تفسیر کا کام دیتی ہیں لہذا ان بیس احادیث کی روشنی میں اور ان دلائل کی بنیاد پر پوری امت کے علماء اہل السنّت والجماعت کے نزدیک احادیث اعفاء میں داڑھی بڑھانے کی واجب مقدار ایک قبضہ ہے۔ اس سے زائد مقدار کا بڑھانا کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں ہے بلکہ قبضہ سے زائد بالوں کا سب علماء کے نزدیک کاٹنا جائز ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک بلا کراہت جبکہ بعض علماء کے نزدیک کراہت تنزیہہ کے ساتھ جائز ہے۔ اور اگر قبضہ سے زائد بالوں کی طوالت اور درازی کی وجہ سے تخریہ واستہزاء کی کیفیت پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں سب کے نزدیک زائد بالوں کا کاٹنا ضروری ہے البتہ بال کتر کر قبضہ سے کم کرنا حرام ہے۔

ہمارا غیر مقلدین حضرات سے مطالبہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ احادیث اعفاء کا مطلب یہ ہے کہ طول وعرض میں داڑھی جہاں تک جائے اس کا چھوڑنا فرض ہے اور ایک بال بھی کاٹنا حرام ہے خواہ وہ تخریہ واستہزاء کی حد سے بھی آگے گذر جائے۔ آپ بھی اس مفہوم پر کوئی صریح دلیل پیش کریں اور اگر آپ لوگ اس مفہوم پر صریح دلیل پیش کرنے سے عاجز ہیں اور عاجز ہی رہیں گے تو بجائے ضد وعناد کے علماء اہل السنّت کا بیان کردہ مدلل ومتفقہ مفہوم اور موقف تسلیم کرلیں۔

خیر القرون کا تعامل:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِی ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُم ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُم " سب جماعتوں میں سے بہترین میری جماعت ہے (یعنی صحابہ کرامؓ) پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہیں (تابعین رحمہم اللہ) وہ لوگ جو ان کے متصل ہیں (تبع تابعین رحمہم اللہ)، تابعین رحمہم اللہ تبع تابعین رحمہم اللہ طبقے ایسے ہیں جن کے خیر ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے

شہادت دی ہے۔ ان اہل خیر حضرات میں سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، ودیگر صحابہ کرامؓ اور قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ بصری رحمۃ اللہ علیہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ سب حضرات نزدیک داڑھی کی مسنون مقدار ایک قبضہ ہے اور ایک قبضہ سے زائد بال کٹوانے کے قائل وفاعل تھے اور حضرت عمرؓ نے تو بے تحاشا داڑھی بڑھانے کو درندگی کے ساتھ تعبیر کیا ہے جیسا کہ آثار صحابہؓ اور آثار تابعین میں گذر چکا ہے۔

داڑھی کا وجوب اور مسنون مقدار

مذاہب اربعہ کی روشنی میں

ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مالک رحمۃ اللہ علیہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین سب علماء کے نزدیک داڑھی کی مسنون مقدار ایک قبضہ ہے بال تراش کر اس سے کم کرنا حرام اور قبضہ سے زائد بال کاٹنا جائز ہے۔ ذیل میں اس کی تفصیل با حوالہ ملاحظہ کیجئے:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حنفیہ کا مسلک:

امام اعظم ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۰ھ) جن کی عظمت کے سوائے جاہلین اور حاسدین کے سبھی قائل تھے وہ حضرت ابن عمرؓ کا ایک اثر بیان کرتے ہیں جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ موطا میں نقل کیا ہے۔

مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنا اَبُوحَنِیفَۃَ عَنِ الْھَیْثَمِ عَنِ ابنِ عُمَرَ اَنَّہٗ
کَانَ یَقْبِضُ عَلٰی لِحیَتِہٖ ثُمَّ یَقُصُّ مَا تَحْتَ الْقُبْضَۃِ قَالَ
مُحَمَّدٌ وَبِہٖ نَاْخُذُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ "

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بواسطہ ہیثم حضرت ابن عمرؓ کا عمل نقل کیا ہے کہ وہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے اور جو بال مٹھی سے نیچے ہوتے ان کو کاٹ دیتے۔ ہم اسی کو لیتے ہیں اور ابوحنیفہ کا رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی ہے (کتاب الآثار ص۲۰۳، باب حف الشعر من الوجہ)

ہدایہ مع فتح القدیر ۲/۲۶۹، باب مایوجب القضاء والکفارۃ کے اخیر میں ہے

" وَلا یَفْعَلُ لِتَطوِیلِ اللحیۃِ اِذا کانَتْ بِقَدْرِ المَسنونِ وھُوَ
القُبْضَۃُ "

جب داڑھی کی مسنون مقدار یعنی ایک قبضہ پوری ہو تو تیل لگا کر اس کو لمبا نہ کرے۔

اس کی شرح میں علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ (۸۶۱ھ) نے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ نہایہ میں ہے کہ قبضہ سے زائد بالوں کا کاٹنا ثابت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کے طول و عرض سے بال کاٹ لیا کرتے تھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی میں اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ رہی یہ بات کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے کہ مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ'' یہ حدیث جامع ترمذی کی مذکورہ بالا حدیث کے خلاف ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب الآثار امام محمد میں نیز سنن نسائی اور سنن ابی داؤد کے کتاب الصوم میں حدیث ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ داڑھی کو مٹھی میں لے کر مٹھی سے زائد بال کاٹ دیتے تھے اور بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کے موقع پر مٹھی سے زائد بال کاٹ دیتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو زائد بال ہوتے ان کو کاٹ دیتے حالانکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ داڑھی بڑھانے والی حدیث کے راوی ہیں لیکن وہ خود مٹھی سے زائد بال کاٹ دیا کرتے تھے ایسی صورت میں احناف کا اصول یہ ہے کہ جب راوی حدیث صحابی کا اپنا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو تو وہ روایت یا منسوخ ہوتی ہے یا مؤول ہوتی ہے۔ یہاں پر داڑھی بڑھانے کے حکم والی حدیث اگرچہ منسوخ نہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی کے اکثر بال کاٹنا حتی کہ قبضہ سے چھوٹی ہو جائے یا بالکل مونڈ دینا جیسا کہ عجمی، مجوسی، ہندو اور انگریز کرتے ہیں یہ ممنوع ہے۔ پس جن حدیثوں میں داڑھی بڑھانے کا حکم ہے اور جن میں قبضہ سے زائد بال کاٹنے کا ذکر ہے ان میں تطبیق و موافقت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن داڑھی کے بال اتنے کاٹنا کہ قبضہ سے کم رہ جائے یہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں'' اور علامہ ابن الہمام کی اس تحقیق کو البحر الرائق ج ۲ ص ۳۰۲، ردالمحتار ج ۲ ص ۴۵۶ میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

علامہ محمود بدرالدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) شارح بخاری کی تحقیق بھی ملاحظہ کیجئے:

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ایک سوال اٹھایا کہ حدیث میں داڑھی بڑھانے کا حکم ہے جبکہ بعض لوگ اس حدیث کے ظاہر کی طرف دیکھتے ہوئے داڑھی کو طول وعرض میں اس طرح چھوڑ دیتے ہیں کہ داڑھی بہت بڑھ جاتی ہے اور چہرے کو بھدا بنا دیتی ہے اور وہ آدمی لوگوں کے لئے ایک عجوبہ بن جاتا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں لکھا ہے کہ داڑھی بڑھانے کے حکم سے یہ صورت مستثنیٰ ہے اور اس صورت کی تخصیص واستثناء پر حدیث موجود ہے (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) اور بہت زیادہ داڑھی کو لمبا چوڑا کرنا ممنوع ہے اور ایسی تخریہ واستہزاء کی صورت پیدا کرنے والی داڑھی کے بالوں کا کترنا واجب ہے لیکن اس کے کترنے کی مقدار وحد کیا ہے اس میں سلف کا اختلاف ہے بعض سلف فرماتے ہیں اس کی حد یہ ہے کہ طول میں ایک مشت سے زائد بال کاٹ دے اور عرض میں وہ بال کاٹ دے جو بکھرے ہوئے ہوں اور شکل کو بھدا کر دیں حضرت عمرؓ کے متعلق روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا اس نے داڑھی بہت لمبی چھوڑ رکھی ہے حضرت عمرؓ نے اس کو داڑھی سے پکڑ کر کھینچا پھر فرمایا میرے پاس قینچی لاؤ پھر ایک آدمی کو حکم دیا سو اس نے ہاتھ کے نیچے جو بال تھے وہ کاٹ دیئے پھر فرمایا اب جا اپنے بالوں کو درست کر یا خراب کر اور اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا تم میں سے ایک اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے گویا وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے کر جو زائد بال ہوتے ان کو کتر دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی یہی عمل ثابت ہے۔ دوسرے بعض سلف فرماتے ہیں داڑھی کے طول وعرض سے بال کاٹ لے لیکن زیادہ نہ کاٹے اس بارے میں انہوں نے حد مقرر نہیں کی لیکن میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنے بال کاٹے کہ اہل شرع لوگوں کا داڑھی کے بارے میں جو عرف ہے اس سے نہ نکلے (وہ ایک

قبضہ ہی ہے)اور عطاء بن ابی رباح ؒ نے کہا ہے کہ داڑھی جب بڑی ہو جائے اور طول وعرض میں زیادہ پھیل جائے حتی کہ لمبی داڑھی کے ساتھ اس کی تشہیر ہونے لگے تو یہ مکروہ ہے اس صورت میں طول وعرض سے بال لینے میں کوئی حرج نہیں ۔اب اس صورت کو رکھنا گویا اپنے آپ کو استہزاء وتحریہ کے لئے پیش کرنے کے مترادف ہے اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے حدیث ہے کہ خود نبی پاک ﷺ اپنی داڑھی کے طول وعرض سے بال لیتے تھے اخرجہ الترمذی (عمدۃ القاری ج ۲۲ رص ۴۷)

وَلا بأسَ بِنَتفِ الشَّيبِ وَاَخذِ اَطرافِ اللحيةِ وَالسنَّةُ فِيها القُبضةُ "

(ردالمحتار رکتاب الحظر والاباحۃ ج ۹ ص ۵۸۳ مکتبہ امدادیہ)

سفید بالوں کے اکھیڑنے میں اور داڑھی کے بال لینے میں کوئی حرج نہیں اور مسنون داڑھی ایک قبضہ ہے

لطیفہ:

نُقِلَ عن هِشامِ بنِ الكَلبِي قالَ حَفِظتُ مَالَم يَحفَظهُ احدٌ وَنَسِيتُ مَا لَم يَنسَهُ احدٌ ، حَفِظتُ القرآنَ فِي ثلثةِ ايّامٍ وَاَرَدتُ اَن اَقطَعَ مِن لِحيَتِي مَا زَادَ عَنِ القُبضةِ فَنَسِيتُ فَقَطَعتُ مِن اَعلاَهَا ـ

(رد المحتار ، كتاب الحظر والاباحة ج٩/ ص ٦٧١)

ہشام بن کلبی سے منقول ہے کہ میں نے وہ چیز حفظ کی جو کسی نے حفظ نہیں کی اور میں بھولا بھی ایسا کہ دوسرا کوئی اس طرح نہیں بھولا ۔ میں نے قرآن کریم تین دن میں حفظ کیا اور میں نے ایک مٹھی سے زائد بال کاٹنے کا ارادہ کیا اور بھول کر مٹھی سے نیچے کاٹنے کے بجائے اوپر سے کاٹ دیا اس لطیفہ سے بھی دو باتیں معلوم ہوئیں کہ داڑھی کی کم از کم مسنون

مقدار ایک قبضہ ہے اور قبضہ سے زائد بالوں کا کاٹنا جائز ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ابوقحافہؓ والی حدیث لحیہ کی تشریح میں لکھتے ہیں

"لَوْ اَخَذْتُم نَوَاحِيَ لِحيَتِهِ طُولًا وَعَرضًا وَتَرَكْتُم قَدْرَ المُسْتَحَبِّ وهُوَ مِقدارُ القُبضةِ وهِيَ الحَدُّ المُتوسِّطُ بينَ الطَّرفَيْنِ المَذْمُومَينِ مِنْ اِرْسَالِها مُطلقًا وَمِنْ حَلْقِها وَقَصِّها علٰى وَجْهِ اسْتِئْصَالِها وَفِي حَديثِ الترمذي عَن ابنِ عمرٍو اَنَّهُ عليه الصلوٰةُ والسلامُ كانَ يَاْخُذُ مِنْ لِحيَتِهٖ مِنْ عَرْضِها وطُوْلِها "(شرح مسند ابی حنیفه ص٤٢٢)

کاش! کہ تم داڑھی کے کناروں سے یعنی طول وعرض سے کچھ بال لے لیتے اور مستحب مقدار چھوڑ دیتے جو کہ ایک قبضہ کی مقدار ہے۔ اور مقدار قبضہ دو مذموم طرفوں کے درمیان ایک متوسط ومعتدل مقدار ہے مذموم دوطرفیں یہ ہیں ایک داڑھی کو مطلقا چھوڑ دینا دوسری داڑھی کو مونڈنا یا مونڈنے کی طرح کترنا اس افراط وتفریط کے درمیان مقدار قبضہ ایک متوسط مقدار ہے اور یہی مسنون ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و مالکیہ کا مسلک:

امام دار الہجرۃ امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) بھی مطلق ارسال کے قائل نہیں بلکہ ان کے نزدیک بہت لمبی داڑھی رکھنا مکروہ ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) کے حوالے سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مسلم ۱/۱۲۹ میں لکھتے ہیں "وكره مالك طولها جدا "امام مالک رحمۃ اللہ علیہ زیادہ لمبی داڑھی کو مکروہ کہا ہے۔ ابوالولید باجی (متوفی ۴۷۴ھ) نے موطأ مالک کی شرح میں نقل کیا ہے

"قِيلَ لِمَالِكٍ فَاِذا طالَتْ جِدًّا قالَ اَرٰى اَن يُؤْخَذَ مِنْها

وَتُقَصّ"(المنتقی ۷/۲۶۶)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا جب داڑھی بہت لمبی ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ داڑھی سے کچھ بال کاٹ دیے جائیں۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور عالم اور محدث ہیں وہ کہتے ہیں

"یُکْرَہُ حَلْقُھا وَقَصُّھا وَتَحرِیقُھا وَاَمَّا الاخذُ مِنْ طُولِھا وعَرضِھا فَحَسَنٌ وتُکرَہُ الشُّھرۃُ فِی تعظیمِھا کَما تُکرَہُ فِی قَصِّھا وَجَزِّھا" (شرح مسلم للنووی ۱/۱۲۹)

داڑھی کو مونڈنا اور زیادہ کاٹ چھانٹ کرنا مکروہ ہے لیکن اس کے طول وعرض سے کچھ بال کاٹ لینا بہتر ہے اور جیسا کہ داڑھی کو زیادہ کاٹنا چھانٹنا مکروہ ہے ایسی ہی لمبی داڑھی میں شہرت بھی مکروہ ہے۔

مشہور مالکی محدث جامع ترمذی کے شارح قاضی ابوبکر بن عربی (متوفی ۵۴۳ھ) اپنی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں

"اِنْ تَرَکَ لِحیَتَہٗ فَلَا حَرَجَ عَلَیْہِ اِلَّا اَن یَقْبُحَ طُولُھا فَیُسْتَحَبُّ اَن یَاْخُذَ مِنْھا (عارضۃ الاحوذی ۱۰/۲۱۹)

اگر اپنی داڑھی چھوڑ دے تو کوئی حرج نہیں الا یہ کہ بڑی ہو کر بری لگے تو اسے کاٹ لینا مستحب ہے

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۲۲ھ) لکھتے ہیں

"لِاَنَّ الاِعْتِدالَ مَحبوبٌ والطُّولُ المُفرِطُ قَدْ یُشَوِّہُ الخَلقَ ویُطلِقُ اَلسِنَۃَ المُغتابِینَ فَفِعلُ ذَالِکَ مَندُوبٌ مَا لَمْ یَنْتَہِ اِلٰی تَقْصِیصِ اللِّحیَۃِ وَجَعلُھا طَاقَاتٍ فَیُکرَہُ

(شرح الزرقانی ۴/۳۲۵)

چونکہ اعتدال محبوب ہے اور داڑھی کی زیادہ لمبائی فطری حسن کو بگاڑ دیتی ہے اور غیبت کرنے والوں کو زبان درازی کا موقع ملے گا۔ اس لئے اس کو کاٹ لینا مستحب ہے البتہ بہت زیادہ کاٹنا اور تہ بہ تہ بنانا مکروہ ہے۔

ابن جزی (متوفی ۷۴۱ھ) کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیں

" واِعفاءُ اللحیةِ اِلَّا اَنْ تَطُولَ جِدًّا فَلَهُ الاخذُ مِنها "

(القوانین الفقهیه ص ۲۹۳)

سنن فطرت میں سے داڑھی کا بڑھانا ہے لیکن بہت زیادہ لمبی نہ ہو ورنہ اس سے کاٹنا جائز ہے۔

مشہور مالکی فقیہ تلمسانی (متوفی ۷۸۱ھ) کی ایک عبارت شرح الشفاء میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے

" وعَنِ الحسنِ بنِ المُثنّٰی اَنَّهٗ قالَ اِذا رَئَیۡتَ رجلًا ذَا لحیةٍ طویلةٍ وَلَمۡ یَتَّخِذُ لحیَتَهٗ بینَ لِحیَتَیۡنِ کانَ فِی عقلِهٖ وَقِیۡلَ ماطالتُ لِحیةُ انسانٍ قطُّ اِلَّا وَنَقَصَ مِنۡ عَقلِهٖ مقدارُ ما طالَ مِنۡ لحیتِهٖ ومِنۡهُ قولُ الشاعرِ ؎

اِذا کبُرَتۡ لِلۡفَتٰی لحیةٌ ......فَطالتۡ وَصارتۡ اِلٰی سُرَّتِهٖ

فَنُقصانُ عقلِ الفَتٰی عندَنا ......بِمقدارِ ما طالَ مِنۡ لِحیتِهٖ

(شرح الشفافی للملا علی القاری ۱/۳٦٤)

حسن بن مثنی کہتے ہیں کہ جب کسی لمبی داڑھی والے کو دیکھو جس نے افراط وتفریط کے درمیان والی داڑھی نہیں رکھی تو اس کی عقل میں نقص ہے اور کہا گیا ہے کہ جب بھی کسی انسان کی داڑھی لمبی ہوتی ہے تو اس کی داڑھی کی لمبائی کے بقدر اس کی عقل میں کمی ہوتی ہے

اس مقولہ کو شاعر نے یوں ادا کیا ہے۔ جب نوجوان کی داڑھی بڑی ہو جائے اور لمبی ہو کر ناف تک پہنچ جائے تو ہمارے نزدیک نوجوان کی عقل اس کی داڑھی کی لمبائی کی بقدر کم ہو جاتی ہے۔

(نوٹ)......تامسانی کی عبارت میں طویل داڑھی سے مراد بے سری اور بے تحاشا لمبی داڑھی ہے جو تحریہ و استہزاء کی حد کو پہنچی ہوئی ہو جس کو حضرت عمرؓ نے درندگی کے ساتھ تعبیر کیا تھا۔

ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ (متوفی ۸۲۷ھ) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ قول المختار ترکھا (شرح مسلم ۱/۱۲۹) پر نقد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

"فِی الحدیثِ اَنَّ اللّٰہَ تعالٰی زَیَّنَ بَنِی آدمَ بِاللُّحٰی واذا کانَتْ زِینۃً فَالْاَحْسَنُ تحسینُھا بِالاخذِ مِنْھا طُولًا وعرضًا وتحدیدُ ذالکَ بِما زادَ علَی القُبضۃِ کَما کان ابنُ عمرَ یَفْعَلُ وھذا فِیمَنْ تَزِیْدُ لحیتُہ وَاَمَّا مَنْ لا تَزِیْدُ لحیتُہ فَیَاْخُذُ مِنْ طُولِھا وعرضِھا بِما فیہِ تحسینٌ فَاِنَّ اللّٰہَ جمیلٌ یُحِبُّ الجَمالَ (اکمال اکمال المعلم ۲/۳۹)

حدیث میں ہے اللہ تعالٰی نے بنی آدم کو داڑھیوں کے ساتھ مزین کیا ہے جب داڑھی بنی آدم کے لئے زینت ہوئی تو اس کے طول و عرض سے کچھ کاٹ کر سنوارنا بہتر ہے اور کانٹ چھانٹ کی حد ایک مشت سے زائد بال ہیں جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کرتے تھے اور ایک مشت سے زائد کاٹنے کی قید اس کے لئے ہے جس کی داڑھی زیادہ بڑھتی ہے اور جس کی داڑھی زیادہ نہیں بڑھتی وہ بھی داڑھی کے طول و عرض سے اتنے بال کاٹے جس سے داڑھی اچھی لگے۔ کیونکہ اللہ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ پھر آگے ایک اشکال کہ طول وعرض سے کچھ کاٹ لینا قول رسول اعفوا اللحی کے منافی ہے کا جواب یوں دیتے ہیں۔

" اَلْاَمْرُ بِالْاِعفاءِ اِنَّما هُوَ لِمُخالَفةِ الْمُشرِكِينَ لِاَنَّهُم كانُوا يَحلِقُونَها ومُخالفتُهُم تَحصُلُ بِعَدَمِ اخذِ شيءٍ اَلْبَتَّةَ اَوْ بِاَخذِ الْيَسِيرِ الَّذِىْ فِيْهِ تحسينٌ (اكمال اكمال المعلم ٢ / ٢٩)

داڑھی بڑھانے کا حکم مشرکین کی مخالفت کے لئے ہے کیونکہ وہ داڑھیاں منڈاتے تھے اوران کی مخالفت کی دوصورتیں ہیں بال بالکل نہ کاٹے یا معمولی مقدار میں کاٹ لے جس سے داڑھی خوبصورت بن جائے۔

مایہ ناز مالکی محدث وفقیہ ابن عبدالبر مالکی (متوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں

"وَفِى اَخْذِ ابنِ عُمَرَ مِنْ آخِرِلِحْيَتِهِ فِى الْحَجِّ دليلٌ علٰى جَوازِ الاَخذِ مِنَ اللِّحيَةِ فِى غيرِ الحجِّ لِاَنَّهٗ لَوْ كانَ ذَالِكَ غيرَ جائزٍ فِى سائرِ الزَّمانِ مَا جازَ فِى الحجِّ لِاَنَّهُمْ اِنَّمَا اُمِرُوا اَن يَّحلِقُوا اَو يَقصِرُوا اِذا حَلُّوا مِنْ حَجِّهِمْ مَا نُهُوْا عَنْهُ فِى حَجِّهِمْ وابنُ عمرَ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ اَعْفُوا اللُّحٰى وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَعْنٰى مَا رَوٰى فَكَانَ الْمَعْنٰى عِندَهٗ وَعندَ جُمْهُورِ العُلَماءِ الْاَخْذَ مِنَ اللِّحيَةِ مَا تَطايَر"

(الاستذکارص ۳۱۷ ج ۴ ط بیروت)

اورعبداللہ بن عمرؓ کا حج میں اپنی داڑھی کے آگے سے بال لینا اس بات کی دلیل ہے کہ غیرحج میں بھی یہ فعل جائز ہے کیونکہ اگر یہ ہمہ وقت ناجائز ہوتا تو حج میں بھی جائز ہوتا کیونکہ صحابہ کرامؓ کوحکم دیا گیا تھا کہ وہ حج سے فارغ ہوکر اپنے بال منڈادیں یا کترادیں جس سے ان کواحرام کی حالت میں روکا گیا تھا اورعبداللہ بن عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے اعفوا اللحی روایت کیا ہے وہ اس کا مطلب خوب جانتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ اور جمہور علماء

کے نزدیک حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ داڑھی سے وہ بال لئے جائیں جو پراگندہ اور زیادہ لمبے ہوں اور چہرہ کو بھدا کردیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وفقہاء شافعیہ کا مسلک:

امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۴ھ) بھی داڑھی کے مطلقاً بڑھانے کے قائل نہیں۔ حج وعمرہ کے احرام سے نکلنے کے لئے داڑھی اور مونچھوں سے ان کے نزدیک کچھ بال کاٹنا مستحب ہے حالانکہ داڑھی سے بال کاٹنا افعال حج وعمرہ سے نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

" وَاَحَبُّ اِلَیَّ لَوْ اَخَذَ مِنْ لِحْیَتِہٖ وَشَارِبِہٖ حَتّٰی یَضَعَ مِنْ شَعْرِہٖ شَیْئًا لِلّٰہِ وَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ لِاَنَّ النُّسُكَ اِنَّمَا هُوَ فِی الرَّاْسِ لَا فِی اللِّحْیَۃِ (الام ج۲ ص ۱۱)

اگر اپنی داڑھی اور مونچھوں سے کچھ بال کاٹ کر اللہ کے لئے گرائے تو مجھے بہت پسند ہے اگر ایسا نہ کرے تو اس پر کچھ نہیں کیونکہ حج وعمرہ کے افعال کا تعلق سر سے ہے داڑھی سے نہیں۔

مایہ ناز شافعی محدث حافظ ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمی (رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۰۳ھ) داڑھی کے مسئلہ میں جمہور کے ساتھ ہیں۔ اس لئے حدیث اَحْفُوا الشَّوارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰی نقل کرنے کے بعد حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے (المنہاج فی شعب الایمان ۳/۸۷)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے شافعی عالم ہیں لکھتے ہیں

" وَالاَمْرُ فِی هٰذا قَرِیبٌ اِن لَمْ یَنْتَهِ اِلٰی تقصیصِ اللحیۃِ وتَدوِیرِها مِنَ الجَوانبِ فَاِنَّ الطُّولَ المُفرِطَ قَدْ یُشَوِّہُ الخِلْقَۃَ

وَيُطْلِقُ اَلْسِنَةَ الْمُغْتَابِيْنَ بِالنَّبْذِ اِلَيْهِ فَلا بأْسَ بِالاحْتِرازِ عنهُ
علٰى هٰذهِ النِّيَّةِ وقالَ النخعيُّ عَجِبْتُ لِرجلٍ عاقلٍ طويلِ
اللحيةِ كيفَ لا يأْخُذُ مِنْ لحيتِهٖ وَيَجْعَلُها بينَ لِحْيَتَيْنِ فَاِنَّ
التَّوسُّطَ فِى كُلِّ شىءٍ حَسَنٌ وَلِذالِكَ قِيْلَ كُلَّما طالتِ
اللحيةُ تَشَمَّرَ الْعَقْلُ (احياء علوم الدين ج۱ ص۱۴۳)

داڑھی کے بال کٹوانا جائز ہے بشرطیکہ داڑھی زیادہ کٹوا کر گول بنانے کی نوبت کو نہ پہنچے حد سے زیادہ داڑھی کا لمبا ہونا ایک تو فطری حسن کو بدنما کر دیتا ہے دوسرا غیبت کرنے والوں کی زبانوں کو کھول دیتا ہے وہ اس پر طعن بازی کرنے لگتے ہیں ان دو باتوں سے بچنے کی نیت سے داڑھی کے بال کٹوا کر درست کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے تعجب ہے اس عقل مند آدمی پر جس کی داڑھی لمبی ہے اس کے باوجود وہ داڑھی کے کچھ بال کٹوا کر درمیانی داڑھی نہیں بناتا کیونکہ ہر چیز میں درمیانہ درجہ خوبصورت ہوتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے جب داڑھی لمبی ہو جاتی ہے تو عقل رخصت ہو جاتی ہے۔

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں ''داڑھی لمبی ہو تو ایک مشت سے زائد کا کترنا جائز ہے۔ تاکہ حد سے زیادہ نہ بڑھے۔

(کیمیائے سعادت مترجم اردو ص۱۲۵ ط مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث اعفوا اللحی اور اس کے راوی حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ کے فعل کے درمیان تعارض کو رفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''وَيُمْكِنُ الْجَمْعُ بِحَمْلِ النَّهْيِ علَى الِاسْتِيصالِ اَو مَا قَارَبَهٗ
بِخِلافِ الاخذِ المذكورِ وَلَا سِيَّما اَنَّ الَّذى فَعَلَ ذَالِكَ هُوَ
الَّذِى رَوَاهُ (درايه بر حاشيه هدايه ج۱ ص۲۲۲)

حدیث مرفوع اور حضرت ابن عمرؓ اور ابو ہریرۃؓ کے عمل میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ داڑھی بڑھانے والی حدیث کو داڑھی بالکل صاف کرنے یا صاف کر دینے کے قریب پر محمول کیا جائے بخلاف ابن عمرؓ وابو ہریرۃؓ کے عمل کے اس میں معمولی بال لینے کا ذکر ہے۔ یہ توجیہ اس لئے ضروری ہے کہ جس صحابی نے یہ عمل کیا ہے وہ داڑھی بڑھانے کا حکم حضور ﷺ سے روایت کرتا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں

"اَلَّذِی یَظْهَرُ اَنَّ ابنَ عمرَ کان لایَخُصُّ هذا التَّخصیصَ بِالنُّسُكِ بَلْ کان یَحمِلُ الامرَ بِالِاعفاءِ علٰی غیرِ الحالةِ الَّتِی تَتَشَوَّهُ مِنها الصُّورةُ بِاِفرَاطِ طُولِ شَعْرِ اللحیةِ اَوْ عَرْضِهٖ

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۲۹، باب تقلیم الاظفار)

جو چیز ظاہر ہوتی ہے یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ داڑھی کاٹنے کے عمل کو حج وعمرہ کے ساتھ خاص نہیں کرتے بلکہ وہ داڑھی بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے ہیں جس میں داڑھی کے طول وعرض کے زیادہ بڑھنے کی وجہ سے چہرہ بھدا نہ بن جائے۔

مایہ ناز مفسر، محدث ابو جعفر محمد بن جریر طبری (رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۰۸ھ) فرماتے ہیں

"اِنَّ الرَّجُلَ لَو تَرَكَ لِحیَتَهٗ لا یَتَعَرَّضُ لَها حتیّٰ اَفْحَشَ طُولُها وعرضُها لَعَرَضَ نفسَهٗ لِمَنْ یَسْخَرُ بِهٖ۔

(بحواله فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۲۹)

جو اپنی داڑھی کو چھوڑ دیتا ہے اس سے ذرہ بھی بال نہیں لیتا حتی کہ اس طول وعرض بہت بڑھ جاتا ہے تو اس نے خود اپنے آپ کو استہزاء وتمسخر کرنے والوں پر پیش کر دیا ہے۔

علامہ حسین بن عبداللہ بن محمد طیبی شافعی (رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۳ھ) جن کے بارے ابن حجر

کہتے ہیں" کان آیۃً فی استخراجِ الدقائقِ مِن القرآنِ والسُّنَنِ" (علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ قرآن وسنت سے دقیق نکات نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی نشانی ہیں) عمرو بن شعیب والی حدیث "ان النبی ﷺ کان یاخذ من لحیتہ من عرضھا وطولھا" پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں

"ھٰذا لا یُنافِی قولَہٗ ﷺ "اَعفُوا اللُّحٰی" لِاَنَّ المَنھِیَّ ھُوَ قَصُّھا کَفِعلِ الاَعاجِمِ اَو جَعلُھا کَذَنَبِ الحَمامِ والمُرادُ بِالاِعفاءِ ھُوَ التَّوفِیرُ مِنھا کَما فِی الرِّوایَۃِ الاُخریٰ والاخذُ مِنَ الاَطرافِ قلیلًا لا یَکُونُ مِنَ القَصِّ فِی شیءٍ (بحوالہ مرقاۃ المفاتیح لملا علی القاری ص۲۲۳ ج۸، باب الترجل، الفصل الثانی)

حضور پاک ﷺ اپنی داڑھی کے طول وعرض سے کاٹتے تھے یہ حضور ﷺ کے ارشاد (داڑھیوں کو بڑھاؤ) کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ جس طریقہ سے کاٹنا منع ہے وہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔ یا اس انداز سے کاٹنا کہ کبوتر کی دم کی طرح بن جائے۔ اور اعفاء سے مراد داڑھی کو وافر مقدار میں رکھنا ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں یہ حکم صراحتاً وارد ہے۔ اور ادھر ادھر سے کچھ تراش لینا لفظ قص میں داخل نہیں ہے۔

ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ بالا عبارت نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں "وَعَلَیْہِ سائِرُ شُرّاحِ المصابیحِ مِنْ زَیْنِ العَرَبِ وغیرِہٖ" یعنی زیر بحث حدیث کے مذکورہ بالا مفہوم پر مصابیح کے تمام شارحین زین العرب وغیرہ متفق ہیں یعنی ان کے نزدیک طول وعرض سے کچھ کاٹ لینا نہ تو قص لحیہ میں شمار ہوگا اور نہ ہی اعفاء لحیہ کے منافی ہے۔

محدث عبدالرؤف مناوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۳۱ھ) جامع صغیر کی شرح میں لکھتے ہیں

"مَحَلُّ الِاعفاءِ فِی غیرِ ما طالَ مِنْ اَطرَافِها حتّٰی تَشَعَّثَ وخَرَجَ عَنِ السَّمْتِ اَمَّا هُوَ فَلا یُکْرَهُ قَصُّهٗ۔

(فیض القدیر ص۱۹۸ ج ۱)

داڑھی بڑھانے والے حکم کا محل اطراف کے بڑھے ہوئے بالوں کے علاوہ ہیں۔ رہے اطراف سے بڑھے ہوئے بال جن کی وجہ سے انسان پراگندہ صورت بن جائے اور وقار کی حد سے باہر ہو جائے وہ اعفاء کا محل نہیں اس لئے ان کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔

السید سابق اپنی کتاب فقہ السنۃ میں سنن الفطرۃ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں

"اِعفاءُ اللّحیةِ وتَرکُها مَتٰی تَکْثُرُ بِحَیثُ تکونُ مَظهَرًا مِن مَظاهِرِ الوَقارِ فَلَا تُقَصَّرُ تقصیرًا یکونُ قریبًا مِنَ الحَلْقِ ولا تُتْرَكُ حتّٰی تَفحُشَ بَلْ یَحْسُنُ التَّوَسُّطَ فَاِنَّهٗ فِی کُلِّ شیءٍ حسنٌ

(فقه السنة ج۱ ص۳۸)

داڑھی کو بڑھانا اور اس کو چھوڑنا حتی کہ داڑھی زیادہ ہو جائے لیکن ایسے طور پر کہ وقار کی آئینہ دار ہو پس داڑھی کو اس طرح نہ کاٹے کہ حلق کے مشابہ ہو جائے اور نہ اس طرح چھوڑے کہ بہت زیادہ لمبی ہو کر بے وقار بنا دے بلکہ ان دونوں کے درمیان خوبصورت داڑھی رکھے کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی بہتر ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حنبلیہ کا مسلک:

امام احمد بن حنبل کا مسلک ان کے شاگرد و خادم خاص جو ۹ سال کی عمر سے لے کر امام موصوف کی حیات تک ان کی شاگردی اور خدمت میں رہے۔ وہ لکھتے ہیں

"سَأَلْتُ اَبا عبدِ اللّٰهِ عَنِ الرجلِ یَأخُذُ مِنْ عارِضَیهِ ؟ قالَ یَاُخُذُ مِنَ اللّحیةِ ما فَضَلَ عَنِ القُبضَةِ قُلْتُ فَحَدیثُ النَّبیِّ

ﷺ اَحفُوا الشَّوارِبَ وَاَعفُوا اللُّحی قالَ یَاْخُذُ مِنْ طُولِها وَمِنْ تَحتِ حَلْقِهِ وَرَاَیْتُ اَبا عبدِ اللّٰهِ یَاْخُذُ مِنْ عَارِضَیْهِ وَمِنْ تَحتِ حَلْقِهِ۔

(مسائل الامام احمد بن حنبل ج۲ ص۱۵۱، ۱۵۲)

میں نے ابوعبداللہ (امام احمد) سے سوال کیا کہ آدمی اپنے دونوں رخساروں کے بال کاٹ سکتا ہے؟ آپ نے کہا ایک مٹھی داڑھی سے جو زائد بال ہوں وہ کاٹ سکتا ہے۔ میں نے کہا نبی پاک ﷺ کی حدیث میں تو یوں ہے مونچھوں کو کٹاؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ آپ نے کہا داڑھی کے طول سے اور حلق سے نیچے کاٹ سکتا ہے اور میں نے دیکھا کہ ابوعبداللہ امام احمد بن حنبل اپنے رخساروں سے اور حلق کے نیچے سے بال کاٹتے ہیں۔

الشیخ منصور بن یوسف رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"وَیُعفِی لِحیَتَهُ وَیَحرُمُ حَلقُها ذَکَرَهُ الشیخُ تقیُّ الدینِ وَلا یُکرَهُ اَخذُ ما زَادَ عَلَی القُبضَةِ مِنها ومَا تحتَ حَلقِهِ

(الروض المربع شرح زاد المستقنع ج ۱ ص۱۹)

اور داڑھی کو بڑھائے اور داڑھی منڈانا حرام ہے اس کو شیخ تقی الدین نے ذکر کیا ہے اور ایک مشت سے زائد بالوں کا اور حلق سے نیچے کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔

فقہ حنبلی کی مندرجہ ذیل کتب "کشف القناع عن متن الاقناع ۱/۷۵، الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف ۱/۱۲۱، الاقناع شرح منتہی الارادات، غذاء الالباب، دلیل الطالب لنیل المطالب اور منار السبیل میں بعینہ یہی مسئلہ درج ہے الانصاف میں ہے "ولا یکره اخذ ما زاد علی القبضة" ایک مشت سے زائد بالوں کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔

الشیخ ناصر البانی کا مسلک:

شیخ ناصر البانی بھی اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ ہیں شیخ البانی کی کتاب تمام السنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ سے ان کا نقطہ نظر سامنے آتا ہے۔ سید سابق نے فقہ السنۃ میں لکھا ہے

" فلَا تُقَصَّرُ تقصيرًا يكونُ قريبًا مِنَ الحَلْقِ ولا تُتْرَكُ حتّٰى تَفُحُشَ"

کہ داڑھی کو اتنا نہ کاٹا جائے کہ حلق کے قریب ہو جائے اور نہ اس طرح چھوڑا جائے کہ بہت زیادہ لمبی چوڑی ہو جائے۔ اس پر شیخ البانی نے کوئی رد وتنقید نہیں کی جبکہ ان کی زندگی میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں لیکن البانی صاحب نے اس کو جوں کا توں باقی رکھا ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شیخ البانی کا اپنا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن ندوی ﷫ رسالہ ''داڑھی کی شرعی حیثیت'' میں لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ البانی سے رابطہ قائم کیا اور فقہ السنۃ اور الحلال والحرام کی مذکورہ عبارتوں کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے لکھا

" وَيَبْدُوْ مِنْ صَنِيْعِ فَضِيْلَتِكُمْ فِي غايةِ المَرَامِ وتَمامِ المَنَّةِ اَنَّكُمْ تَمِيْلُوْنَ اِلٰى جَوازِ الاخذِ مِمَّا زَادَ علَى القُبضةِ مِنَ اللّحيةِ آمُلُ مِنْ فَضِيلَتِكُمُ التَّوضيحَ حَوْلَ هذا المَوضُوعِ بِكَلِمَةٍ مُوْجِزَةٍ"

غایۃ المرام اور تمام المنۃ میں آنجناب کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ قبضہ سے زائد بالوں کے کاٹنے کے جواز کی طرف مائل ہیں میں پر امید ہوں کہ جناب والا اس موضوع کے متعلق مختصر جواب میں اپنے موقف کی وضاحت فرمادیں گے۔ شیخ موصوف نے جو جواب لکھا ہے اس کے مطابق ان کے نزدیک داڑھی کی شرعی حد اور شرعی مقدار ایک مشت ہے اس سے کم نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ اس سے زائد کا کاٹنا جائز ہے۔ اس مسلک کو اختیار کرنے کی شیخ البانی نے دو وجہیں لکھی ہیں

۱...... سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین خصوصا امام السنۃ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ داڑھی کے بال کاٹنے کی متواتر خبریں اور صحابہ کرامؓ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں صحابی داڑھی بڑھانے کے حکم کے راوی ہیں اور وہ ایک مشت سے زائد بال کاٹتے تھے پس اگر یہ حکم مطلق ہوتا تو یہ دونوں صحابی اس اطلاق کی مخالفت نہ کرتے جیسا کہ بعض متاخرین کا زعم ہے۔

۲...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے اس کے خلاف کوئی قول وفعل وارد نہیں ہوا اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی سے بال نہیں کاٹتے تھے یہ محض ان کا گمان ہے ورنہ اس پر یقین ان کو بھی نہیں۔ دوسرے لفظوں مین یوں کہہ سکتے ہیں ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت اور اس کی کوئی بنیاد نہیں اور کبھی یہ لوگ واعفوا اللحی (داڑھیاں بڑھاؤ) کے حکم نبوی کے ظاہری عموم سے دلیل پکڑتے ہیں اور میرے نزدیک یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ جن عمومات پر عمل نہ ہو یعنی ان عمومات کے بعض اجزاء پر عمل نہ ہوا ان عمومات کو لینا اور ان عمومات پر مسئلہ کی بنیاد رکھنا سنت نہیں بلکہ تمام بدعات کی جڑ ہے انہی بدعات کا نام امام شاطبی رکھتے ہیں بدعات اضافیہ۔ پس مبتدعین اپنی ہر بدعت میں نصوص کے عموم کا سہارا لیتے ہیں۔ اور اہل السنّت کی طرف سے جو جواب دیا جاتا ہے وہ حق ہے۔ وہ یہ کہ اگر یہ کام خیر ہوتا تو ہم سے سلف اس کی طرف ضرور سبقت کرتے۔ یہی حق ہے اس میں کوئی خفاء نہیں۔

راہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد مجھے اجازت؟ تمہارے لئے انشاء اللہ یہی کافی ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

داڑھی کا وجوب اور مسنون مقدار

غیر مقلدین کے فتاویٰ کی روشنی میں

فتویٰ 1۔ مصدقہ میاں نذیر حسین:

مقدار داڑھی کے بارے سوال کیا گیا۔ اس کے جواب میں لکھا ہے ''داڑھی کا دراز رکھنا بقدر ایک مشت کے واجب ہے'' (فتاوی نذیریہ ۳/۳۵۹)

فتوی 2۔ محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری و میاں نذیر حسین:

غیر مقلد محدث مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے'' ظاہر بات یہ ہے کہ ابن عمر کا داڑھی کو ترشوانا اور بقدر ایک مشت کے رکھنا حج اور عمرہ کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ وہ داڑھی کے بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے تھے کہ داڑھی طول و عرض میں زیادہ بڑھ کر صورت کو بھدی اور بدنما نہ کر دے۔ اس فتوے پر میاں نذیر حسین کے دستخط بھی موجود ہیں (فتاوی نذیریہ ۳/۳۶۱)

فتوی 3۔ شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری:

سوال کیا گیا'' داڑھی مسلمان کو کس قدر لمبی رکھنے کا حکم ہے؟'' اس کے جواب میں لکھا ہے'' حدیث میں آیا ہے داڑھی کو بڑھاؤ جس قدر خود بڑھے۔ ہاتھ کے ایک قبضے کے برابر رکھ کر زائد کو کٹوا دینا جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک قدرتی گول تھی تاہم اطراف و جوانب طول و عرض سے کسی قدر کانٹ چھانٹ کر دیتے تھے

(۲ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ) (فتاوی ثنائیہ ۲/۱۲۳)

فتوی 4۔ مولانا عبدالوہاب آروی:

مولانا عبدالوہاب صاحب آروی کا فتوی خاصہ طویل ہے ہم اس کا خلاصہ ان کے الفاظ میں درج کرتے ہیں مولانا موصوف نے پہلے داڑھی بڑھانے کے وجوب پر خوب دلائل لکھے ہیں پھر داڑھی کی مقدار کا مسئلہ لکھا ہے فرمایا ''حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ (صحابہ کرامؓ) داڑھی کے بڑھانے کے بالوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے مگر حج یا عمرہ میں کٹوایا کرتے تھے۔ اور شرح نخبہ میں شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی صحابی سے کوئی ایسا امر ثابت ہو جس کی بنا عموماً عقل پر نہ ہو اور نہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے تو وہ امر حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے (لہٰذا حضرت جابرؓ کا مذکورہ فعل حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ ناقل) اور عبداللہ بن عمرؓ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور جو مٹھی سے زیادہ ہوتی اسے کٹوا دیتے اور اسی طرح ابو ہریرہؓ سے بھی ثابت ہے یہ دونوں جلیل القدر صحابی داڑھی کو کٹوایا کرتے تھے اور داڑھی بڑھانے کی حدیث بھی ان دونوں حضرات سے منقول ہے ان حضرات کے فعل اور روایت میں تعارض واقع ہو رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ان حضرات نے دیدہ دانستہ حدیث کے خلاف کیا۔ نعوذ باللہ اور نہ یہ کہا جا سکتا کہ ان کو حدیث رسول نہیں پہنچی تھی کیونکہ وہ خود ہی روایت کرتے ہیں۔ اس صورت میں سوائے اس کے کہ ان کے فعل اور روایت میں تطبیق دی جائے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے جو تطبیق دی ہے اس کو اس جگہ نقل کر دینا مناسب ہے خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابیوں کے فعل اور روایت میں یوں تطبیق ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جو داڑھی بڑھانے کا حکم ہے اور داڑھی کٹوانے کی ممانعت ہے تو وہ جڑ سے کٹوانے کی ممانعت ہے (جیسا کہ آجکل رواج ہو رہا ہے) اور مطلقاً کٹوانے کی ممانعت نہیں ہے۔ جیسا کہ راویان حدیث سے ثابت ہے اور فتح

الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی ایک شخص کی داڑھی کم کرائی تھی۔

(فتاوی ثنائیہ ص۱۲۳ تا ۱۲۶ ج ۲)

فتوی 5۔ محدث عبدالجبار غزنوی:

اس فتوے کا عنوان ہے "مٹھی سے زائد داڑھی کٹانے کا جواز" اس کے بعد سوال لکھ کر آگے جواب لکھا ہے داڑھی اگر قبضہ سے زائد ہو اس کا کتروانا جائز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے عبد اللہ بن عمرؓ جب حج یا عمرہ کا ارادہ کرتے تو اپنی داڑھی مبارک مٹھی میں لیتے جو مٹھی سے زیادہ ہوتی تو اس کو کاٹ ڈالتے۔ اور فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ پھر طبری نے اس حدیث کی سند کو عبداللہ بن عمرؓ تک پہنچایا کہ انہوں نے خود یہ فعل کیا اور حضرت عمرؓ تک کہ انہوں نے کسی اور شخص سے یہ فعل کیا۔ اور ابو ہریرہؓ کے طریق سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی یہ فعل کیا۔ اور موطأ امام مالک میں ہے کہ سالم بن عبداللہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو قینچی منگوا کر اپنی مونچھیں کاٹ ڈالتے۔ اور اپنی داڑھی سے کچھ بال لیتے نیز موطأ میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جب رمضان مبارک سے فارغ ہوتے اور حج کا ارادہ بھی ہوتا تو اپنی داڑھی اور سر کے بال نہ کاٹتے یہاں تک کہ حج مبارک سے فارغ ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شوال اور ذی قعدہ اور عشرہ ذی الحج تک نہیں کتراتے تھے باقی مہینوں میں قبضہ سے اگر زائد ہو جاتی تھی تو کتراتے اور سبب داڑھی کترانے کا طول داڑھی کا ہے نہ نسک (اعمال حج) کیونکہ داڑھی کا کٹانا کسی اہل علم کے نزدیک اعمال حج سے نہیں ہے۔ سر کے بالوں کا حلق اور قصر بلاشک اعمال حج سے ہے زیادہ طول لحیہ بعض علماء مکروہ لکھتے ہیں جیسے قاضی عیاض وغیرہ مگر حدیث صحیح اعفوا اللحی سے ثابت ہے کہ مکروہ نہیں اور قبضہ سے زائد کترانا اعفاء (داڑھی بڑھانا) کے منافی نہیں ہے۔ اور حافظ ابن عبدالبر استذکار میں لکھتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ کا ایام حج میں اپنی داڑھی کے آگے سے بال لے لینا اس بات پر دلیل ہے کہ غیر ایام حج میں بھی یہ فعل جائز ہے کیونکہ اگر یہ فعل تمام ازمنہ میں ناجائز ہوتا

توحج میں بھی جائز نہ ہوتا کیونکہ صحابہ کرامؓ کو تو یہ حکم تھا کہ جب وہ حج سے فارغ ہوں تو وہ اپنے بال منڈوا دیں یا کتروا دیں جس سے ان کو احرام کی حالت میں روکا گیا تھا اور عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے اعفوا اللحی (داڑھیوں کو بڑھاؤ) اور خود مٹھی سے زیادہ بال لیتے تھے اس حدیث کا مطلب عبداللہ بن عمرؓ خوب جانتے تھے عبداللہ بن عمرؓ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز ہے کہ داڑھی سے وہ بال لیے جائیں جو زائد اور پراگندہ ہوں اور برے معلوم ہوں اور علیؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی داڑھی کے دائیں بائیں سے لیتے تھے اور ابراہیم رحمہ اللہ کہا کہ صحابہ کرامؓ دائیں بائیں سے داڑھی کے بال لیتے تھے اور ابراہیم رحمہ اللہ دائیں بائیں سے اپنی داڑھی کے بال لیتے تھے اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی داڑھی کے طول کی طرف سے وہ بال لیتے تھے جو مٹھی سے زائد ہوتے اور عبداللہ بن عمرؓ سے بھی اسی طرح ثابت ہے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ اس نے اپنی داڑھی کی مٹھی بھری پھر حجام کو کہا جو مٹھی سے نیچے ہے کاٹ ڈال۔ حررہ الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو داؤد عبد الجبار بن عبد الغزنوی (۲۷/مارچ ۱۹۵۳ء الاعتصام گوجرانوالہ) فتاوی ثنائیہ ۲/۱۲۷ تا ۱۳۰)

فتوی 6۔ شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری:

سوال کیا گیا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے داڑھی کا رکھنا کہاں تک ثابت ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ داڑھی کو قینچی لگانا بالکل منع ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ چھوٹے بڑے سب ایک برابر کرانے کی کوئی مخالفت نہیں۔ براہ مہربانی صحیح درج فرمائیں۔ اس کا جواب یہ لکھا ہے۔

اس بارے میں دو حدیثیں مختلف آئی ہیں ایک میں تو فرمایا داڑھی بڑھاؤ دوسری میں ہے حضرت کا اپنا فعل ہے کہ داڑھی کے ارد گرد سے بڑھے ہوئے بال کٹا لیا کرتے تھے۔

اس لئے تطبیق یہ ہے کہ ساری رکھنی مستحب ہے اور ایک مشت کے برابر رکھ کر باقی کٹا لینا جائز ہے۔۲۲/ جمادی الاول ۴۵ھ) فتاوی ثنائیہ ۲/۱۳۶)

فتوی 7......محدث ابو سعید شرف الدین دہلوی

(ا) سلف صالحین جمہور صحابہ وتابعین وائمہ محدثین کے نزدیک ایک مشت تک داڑھی کو بڑھنے دینا حلق وقصر وغیرہ سے اس کا تعارض نہ کرنا واجب ہے کہ اس میں اتباع سنت اور مشرکوں کی مخالفت ہے(۲) اور ایک مشت سے زائد کی اصلاح جائز ہے(۳) اور بافراط شعر لحیہ (داڑھی کے بال زیادہ دراز کرنا) وتشوہ وجہ صورت (یعنی چہرہ اور صورت کا قبیح ہوجانا) وتشبہ بہ بعض اقوام مشرکین ہندو، سادھو وسکھ وغیرہ جن کا شعار باوجود افراط شعر لحیہ عدم اخذ ہے قبضہ سے زائد کی اصلاح واجب ہے۔ ورنہ مشرکوں کی موافقت سے خلاف سنت بلکہ بدعت ثابت ہوگی۔ جس کا سلف صالحین میں سے کوئی بھی قائل نہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ حدیث نبوی انھکوا الشوارب واعفوا اللحی وخالفوا المشرکین (مونچھیں صاف کرو، داڑھیوں کو بڑھاؤ، اور مشرکین کی مخالفت کرو) جب تک کہ حدیث کے تینوں جملوں پر پوری طرح عمل نہ کیا جائے گا اتباع سنت اور مشرکین کی مخالفت نہ ہوگی مثلاً اگر کوئی مونچھوں کو صاف کردے اور اعفاء لحیہ نہ کرے یا کرے مگر باوجود داڑھی کے بال زیادہ دراز ہوجانے کے اور باوجود چہرہ کے قبیح ہونے کے اور مذکورہ بالا بعض مشرکین کے ساتھ مشابہت کے اس کی اصلاح نہ کرے تو حدیث کے جملہ خالفوا المشرکین پر عمل نہ ہوگا اس لئے کہ خالفوا المشرکین کا الف لام استغراقی ہے یعنی مشرکوں کے ہر نوع کی، اور ہر نوع وہر حیثیت سے مخالفت کاملہ واجب ہے اور وہ مخالفت قطع شوارب، اعفاءِ لحیہ اور افراط شعر لحیہ کی صورت میں اصلاح شعر لحیہ سے ہوا اور اگر ان شقوق میں سے کوئی شق باقی یا ناقص رہ گئی تو مخالفت کاملہ نہ ہوگی لہذا اتباع سنت بھی نہ ہوگا۔ ورنہ داڑھی مونچھیں منڈانے والوں پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ انھکوا الشوارب پر

عمل ہو کر اتباع سنت ومخالفت مشرکوں کی ہوگئی لیکن علمائے اسلام میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ پس افراط شعر کی صورت میں قبضہ سے زائد کی اصلاح واجب ہے جیسا کہ پیچھے گذر چکا ھذا ھو الصدق والصواب (بس یہی سچ اور درست بات ہے) واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (اور اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے صراط مستقیم کی طرف) ابو سعید شرف الدین دہلوی (نور توحید لکھنو، ۱۰ر جنوری ۱۹۵۲ھ۔ (فتاوی ثنائیہ ص ۱۳۸، ۱۳۹ ج ۲)

فتوی 8۔ مفتی اعظم، شیخ الکل فی الکل ابوالبرکات احمد ومحدث محمد گوندلوی:

سوال ہوا کہ داڑھی کی مقدار کتنی ہونی چاہئے؟ اس کے جواب میں غیر مقلدین کے مایہ ناز مفتی، مفتی اعظم، شیخ الکل فی الکل، حضرت علامہ ابوالبرکات احمد شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ لکھتے ہیں" داڑھی ایک مٹھی سے زائد کاٹنا جلیل القدر صحابی حضرت ابن عمرؓ سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے بخاری وغیرہ کتب احادیث کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کی تائید ابو صالح السمان والی مرفوع روایت کرتی ہے (یہ روایت آگے ایک فتوی میں مذکور ہے۔ ناقل) لہذا ایک قبضہ سے زائد مقدار کاٹنے کی گنجائش ہے جیسا کہ محقق الملۃ علامہ نواب صدیق الحسن خان نے اتحاف النبلاء میں واضح طور پر ثابت کیا ہے۔ (نوٹ) اس فتوی پر حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی کے دستخط ثبت ہیں (فتاوی برکاتیہ ص ۲۵۸)

فتوی 9۔ مفتی اعظم، شیخ الکل فی الکل ابوالبرکات احمد ومحدث محمد گوندلوی:

داڑھی کٹے امام کی امامت کے بارے مسئلہ پوچھا گیا تو مولانا ابوالبرکات احمد مفتی اعظم نے جواب میں لکھا۔

داڑھی کٹانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک مٹھی سے زائد کاٹنا یہ تو جائز ہے صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے حتی کہ الحافظ العلامہ ابن القیم نے اس معاملہ میں ایک مرفوع روایت بھی پیش کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں نے داڑھی لمبی ہونے کی شکایت کی تو آپ نے

ایک قبضہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے زائد کاٹ لے۔ داڑھی قبضہ سے بھی چھوٹی کرنا یہ توفسق ہے اور فاسق آدمی کو امام مقرر کرنا درست نہیں ہے (ایضاً)

فتوی 10۔ مفتی اعظم، شیخ الکل فی الکل ابوالبرکات احمد:

مولانا ابوالبرکات اپنے ایک اور فتوی میں لکھتے ہیں "بعض ایسی روایتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قبضہ سے زائد کو لینے کی رخصت ہے اور بعض صحابہؓ کا عمل بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ مثلاً بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک قبضہ سے زائد کو کاٹتے تھے حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سب سے زیادہ متبع السنۃ تھے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے رخصت ملے بغیر اس طرح عمل کریں۔ قصہ مختصر حدیث کی رو سے داڑھی پوری رکھنی چاہئے اگر ایک قبضہ (مٹھی) سے زائد ہوتو اسے کاٹنے کی رخصت ہے۔ قبضہ سے کم کاٹنا حرام ہے۔ (فتاوی برکاتیہ ص۲۶۳،۲۶۴)

فتوی 11۔ مفتی اعظم، شیخ الکل فی الکل ابوالبرکات احمد:

مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات احمد صاحب سے سوال ہوا کہ قبضہ سے زائد داڑھی کاٹنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ حدیث کی روشنی میں بالتفصیل نوٹ لکھیں۔ مفتی اعظم صاحب نے جواب میں لکھا مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے کی رخصت ہے۔ یہ مختصر جواب لکھ کر آگے ان غیر مقلدین کی مدلل تردید کی جنہوں نے لکھا کہ نبی پاک ﷺ کے فرمان اور صحابہؓ کے عمل میں تعارض ہے اور اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ تعارض کی صورت میں آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل ہوتا ہے اور صحابہؓ کا قول وفعل مردود ہوتا ہے (دار الحدیث محمدیہ ملتان کے اشتہار میں بھی یہی لکھا ہے۔ ناقل) مفتی اعظم لکھتے ہیں میرے نزدیک قبضہ سے زائد داڑھی کٹانے کی آنحضرت ﷺ سے تقریری رخصت ہے۔ یہ میرا ہی فتوی نہیں بلکہ حضرۃ العلام شیخنا شیخ الکل محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ نیز محقق ائمہ علماء کا فتوی ہے۔ میں سب سے پہلے صحابہؓ کا عمل پیش کروں گا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت

جابرؓ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کنا نعفی السبال الا فی حج وعمرة۔ ہم حج وعمرہ کے موقع پر داڑھی سے کتراتے تھے عون المعبود میں ہے وفی الحدیث دلیل علی ان الصحابة کانوا یقصرون من اللحیة فی النسك یعنی صحابہؓ حج کے موقع پر داڑھی سے کتراتے تھے۔ حدیث میں جو لفظ السبال ہے وہ سبلة کی جمع ہے۔ شارحین نے سبل کی وضاحت کی ہے۔ فتح الباری میں ہے السبلة ما طال من شعر اللحیة یعنی داڑھی کے بالوں میں سے جو لمبا بال ہوا سے سبلہ کہتے ہیں۔ مرقات الصعود والا لکھتا ہے۔ السبلة مقدم اللحیة وما اسبل منها علی الصدر۔ سبلہ داڑھی کا سامنے کا حصہ ہے اور اس میں سے جو سینہ پر لٹکا ہو اس کو بولتے ہیں۔ اصل میں قبضہ سے زائد وہی داڑھی ہوتی ہے جسے صحابہ کرامؓ کاٹتے تھے یہ سنن والی روایت صحیح ہے۔ امام منذری، صاحب عون المعبود اور خود ابوداؤد نے بھی تنقید نہیں کی۔ صحیح بخاری میں ہے ابن عمرؓ اپنی داڑھی کو پکڑتے اور جو قبضہ سے زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے تھے (آگے مفتی اعظم نے ان غیر مقلدین کا نظریہ نقل کیا جو صحابہؓ کے قول و فعل کو حدیث رسول ﷺ کے مقابلہ میں مردود قرار دیتے ہیں یہ نقل کر کے لکھا۔ ناقل) مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مفتیان عظام وصغار، کتب احادیث کا مطالعہ نہیں فرماتے اور فتوی لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر ان کا مطالعہ ہوتا تو یہ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے درمیان اس اختلاف کو ثابت کر کے صحابہؓ کے عمل کو مردود نہ کہتے۔ ہم آپ کو سرور کائنات ﷺ اور صحابہؓ کے درمیان اختلاف ثابت کر کے نکلنے نہیں دیں گے بلکہ آپ کو غور و فکر کر کے حقیقت حال تک پہنچنے پر مجبور کریں گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حدیث اعفوا اللحی یعنی داڑھی بڑھاؤ، بخاری و مسلم کی متفقہ روایت ہے اس روایت کے راوی عبداللہ بن عمرؓ ہیں اور حدیث وفروا اللحی یعنی داڑھی وافر رکھو۔ یہ بھی بخاری و مسلم کی متفقہ روایت ہے اس کے راوی بھی عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق امت کا اتفاق ہے کہ سفر و حضر میں نبی ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے صحابی ہیں اس صحابی نے اس

حدیث کو بیان فرمایا ہے کہ داڑھی پوری پوری رکھو اور داڑھی بڑھاؤ اور اسی بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ قبضہ سے زائد داڑھی کترا تے تھے۔ اب ہمارے مفتیان کرام کو دو باتوں میں سے ایک کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ ا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نعوذ باللہ منکر حدیث، یا غدار حدیث تھے جنہوں نے سرور کائنات ﷺ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی داڑھی بڑھانے اور پوری رکھنے کی واضح حدیث یا آپ کا واضح فرمان و حکم بیان کیا اور خود داڑھی کترا کر آنحضرت ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی اس سے بڑھ کر انکار حدیث اور رد حدیث کیا ہوسکتا ہے۔ ۲۔ عبداللہ بن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ منکر حدیث نہیں تھے بلکہ آنحضرت ﷺ کے مکمل تابعدار تھے ان کو نبی ﷺ کی طرف سے قبضہ سے زائد داڑھی کاٹنے کی رخصت ملی تھی جس کی بنا پر انہوں نے کاٹنے کو جائز سمجھ کر کاٹا تھا۔ اگر آپ اس دوسری بات کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر آپ کو صحابہ کرامؓ کے متعلق منکرین احادیث ماننا پڑے گا اسی وجہ سے محقق ائمہ و علماء نے اور اماموں نے اس دوسری بات کو تسلیم کیا ہے چنانچہ مفسر اعظم اور محقق اعظم علامہ صدیق حسن خان صاحب قنوجی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب اتحاف النبلاء میں اور محدث اعظم، محقق کبیر علامہ ابن القیم نے اپنی شہرت یافتہ کتاب ''الفوائد'' میں لکھا ہے کہ اعفاء اللحیۃ والی حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں اس کے باوجود وہ اپنی داڑھی پکڑ کر قبضہ سے زائد کو کاٹتے تھے۔ آگے چل کر یوں رقم طراز ہیں۔ **ورخص فیه الامام احمد وابراهیم النخعی** اس میں امام احمد اور امام ابراہیم نخعی نے رخصت دی ہے۔ پھر علامہ ابن القیم اور علامہ صدیق حسن خان صاحب نے وہ روایت پیش کی ہے جس میں صحابہ کو آنحضرت ﷺ نے قبضہ سے زائد داڑھی کاٹنے کی اجازت دی تھی۔

رَوَی اللَّیْثُ عَنْ محمدِ بْنِ عجلانَ عَنْ اَبِی صالِحِ السَّمَّانِ
لَمَّا ذَکَرَ رسولُ اللّٰهِ اِعفاءَ اللّحیةِ کَلَّمَهُ اَصحابُهُ فَقالَ
یُمْسِكُ قُبضَةً فَما جاوَزَ ذَالِكَ جَزَّهُ اِنْ شاءَ

جب آنحضرت ﷺ نے داڑھی بڑھانے کا ذکر فرمایا تو صحابہؓ نے آپ سے کلام کی (اس طرح داڑھی لمبی ہو جائیگی) پس آپ نے فرمایا اگر چاہو ایک قبضہ کو پکڑ کر زائد کو کاٹ دو۔ اگر چاہو نہ کاٹو۔ معلوم ہوا کہ رخصت ہے پھر دونوں محقق ابن القیم اور نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ ابن عمرؓ کو یہ حدیث ملی ہوگی جس کی بناء پر آپ داڑھی کاٹتے تھے۔ اور جواز کے مسئلہ کو اختیار فرمایا تھا ورنہ اعفاء والی حدیث اس سے روکتی ہے۔ ان کی عبارت اس طرح ہے۔

وَاِلَّا فَالِاعْفَاءُ يَأْبٰى ذَالِكَ وَلٰكِنْ لَمَّا رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَاَخَذَ مَا جَاوَزَ الْقُبْضَةَ مَعَ شِدَّةِ تَحَرِّيْهِ وَوَرَعِهٖ وَكَمَالِ اتِّبَاعِهٖ لِلسُّنَّةِ دَلَّ عَلٰى اَنَّ عِنْدَهٗ مِنْ ذَالِكَ عِلْمًا بِالرُّخْصَةِ

(اتحاف النبلاء۔ الفوائد)

اگر ان کو رخصت نہ ملتی تو اعفاء کا لفظ کاٹنے سے روکتا ہے لیکن جب ابن عمرؓ باوجود ان کے ورع، تقوی اور کامل اتباع سنت کے اعفاء والی حدیث کو روایت کیا ہے اور قبضہ سے زائد کو کاٹ دیا کرتے تھے یہ بات دلالت کرتی ہے کہ ان کے پاس رخصت کا علم تھا راقم الحروف کہتا ہے کہ میں نے محققین کرام کا نظریہ صرف مفتیان عظام وصغار کی تسلی کیلئے پیش کیا ہے ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اعفاء والی روایت اور قبضہ سے زائد کو کاٹنا اس مسئلہ کے حل کے لئے کافی ہے ان کے پاس آنحضرت ﷺ کی طرف سے قبضہ سے زائد کو کاٹنے کی اجازت موجود ہے ورنہ نعوذ باللہ وہ منکر حدیث، مکذب حدیث میں شامل ہو جائیں گے اور دیگر صحابہؓ بھی منکر حدیث شمار ہوں گے۔ اللہ تعالی ہر ایک کو حقیقت حال کی تحقیق کے بغیر فتوی کے میدان میں کودنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ الراقم ابوالبرکات احمد

(فتاوی برکاتیہ ص ۲۶۴ تا ۲۶۹، ملخصاً)

فتوی 12 ......فتویٰ زبیر علی زئی:

تنبیہ: جن احادیث میں داڑھیاں چھوڑنے، معاف کرنے اور بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے ان کے راویوں میں سے ایک راوی سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ہیں دیکھئے صحیح البخاری ۵۸۹۲، ۵۸۹۳ وصحیح مسلم ۲۵۹ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ حج اور عمرے کے وقت اپنی داڑھی کا کچھ حصہ (ایک مشت سے زیادہ کو) کاٹ دیتے تھے۔ دیکھئے صحیح البخاری ۵۸۹۲ وسنن ابی داؤد ۲۳۵۷ وسندہ حسن وحسنہ الدارقطنی ۱۸۲/۲ وصححہ الحاکم ۴۲۲/۱ ووافقہ الذہبی)

کسی صحابی سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر اس سلسلے میں انکار ثابت نہیں ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے متبع سنت صحابی نبی ﷺ سے ایک حدیث سنیں اور پھر خود ہی اس کی مخالفت بھی کریں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں ''والاخذ من الشارب والاظفار واللحیۃ '' مونچھوں، ناخنوں اور داڑھی میں سے کاٹنا۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۸۵/۴ ح ۱۵٦٦۸ وسندہ صحیح۔ تفسیر ابن جریر ۱۰۹/۱۷ وسندہ صحیح)

محمد بن کعب القرظی (تابعی ثقہ عالم) بھی حج میں داڑھی سے کچھ کاٹنے کے قائل تھے (تفسیر ابن جریر ۱۰۹/۱۷ وسندہ حسن)

ابن جریر بھی اس کے قائل تھے (تفسیر طبری ۱۱۰/۱۷ وسندہ صحیح)

ابراہیم (نخعی) رخساروں کے بال کاٹتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۷۵/۸ ح ۲۵۴۷۳ وسندہ صحیح)

قاسم بن محمد بن ابی بکر بھی جب سر منڈواتے تو اپنی مونچھوں اور داڑھی کے بال کاٹتے تھے (ابن ابی شیبہ ح ۲۵۴۷٦ وسندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک مشت سے زیادہ داڑھی کو کاٹ

دیتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۳۷۵ ح ۲۵۴۷۹ وسندہ حسن)

اس کے راوی عمرو بن ایوب کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۲۲۵،۲۲۴/۷) اور اس سے شعبہ بن الحجاج نے روایت لی ہے شعبہ کے بارے میں یہ عمومی قاعدہ ہے کہ وہ (عام طور پر) اپنے نزدیک ثقہ راوی سے ہی روایت کرتے تھے دیکھئے تھذیب التھذیب (۵،۴/۱) اس عمومی قاعدہ سے صرف وہی راوی مستثنیٰ ہوگا جس کے بارے میں صراحت ثابت ہو جائے یا جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہو ان دو توثیقات کی وجہ سے عمرو بن ایوب حسن درجے کا راوی قرار پاتا ہے۔

طاؤس (تابعی) بھی داڑھی میں سے کاٹنے کے قائل تھے (الترجل للخلال: ۹۶ وسندہ صحیح، ہارون وہ ابن یوسف بن ہارون بن زیاد الشطوی) امام احمد بن حنبل بھی اسی جواز کے قائل تھے (کتاب الترجل: ۹۲)

ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنا اور رخساروں کے بال لینا جائز ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ داڑھی کو بالکل قینچی نہ لگائی جائے۔ واللہ اعلم

مسئلہ یہ نہیں ہے کہ صحابی کا عمل دلیل ہے یا نہیں؟ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا کون سا فہم معتبر ہے۔ وہ فہم جو چودھویں پندرھویں صدی ہجری کا ایک عالم پیش کر رہا ہے یا وہ فہم جو صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور محدثین کرام سے ثابت ہے؟

ہم تو وہی فہم مانتے ہیں جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین و محدثین اور قابل اعتماد علمائے امت سے ثابت ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کسی ایک صحابی، تابعی، تبع تابعی، محدث یا معتبر عالم نے ایک مٹھی سے زیادہ داڑھی کو کاٹنا حرام یا ناجائز نہیں قرار دیا۔ حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "خلاصہ یہ ہے ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں وہ یہ کہ سلف کا خلاف جائز نہیں کیونکہ وہ لغت اور اصطلاحات سے غافل نہ تھے......" (فتاوی اہل حدیث ج ۱ ص ۱۱۱)

لطیفہ 1

دار الحدیث محمدیہ کا اشتہار میرے سامنے رکھا تھا جس پر تین کالم ہیں، پہلے کالم میں غیر مقلدانہ بے سری، منتشر داڑھی کی تصویر ہے۔طول وعرض میں بال بکھرے ہوئے ہیں اور نیچے آکر دائیں بائیں دو حصے بن جاتے ہیں۔ دوسرے کالم میں ایک قبضہ بھر خوبصورت گول داڑھی بنی ہوئی ہے۔تیسرے کالم میں داڑھی مونڈی ہوئی ہے۔ پہلی داڑھی پر ٹک مارکا نشان ہے۔اور دوسری و تیسری پر نفی کا نشان لگا ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی داڑھی سنت کے مطابق ہے جبکہ دوسری دونوں خلاف سنت ہیں۔میرے پاس موقوف علیہ کا طالب علم محمد سلیمان مطالعہ کررہا تھا میں نے پہلے کالم کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا دیکھو بھائی یہ داڑھی اول نمبر ہے کیا آپ کو بھی یہ پسند ہے؟ وہ بے ساختہ بولا ''خیــــر الامـــور اوسـطھـا'' تمام امور میں میانہ روی بہتر ہے یہ محاورہ موقع محل کے لحاظ سے اتنا فٹ بیٹھا کہ میں اس سے بڑا محظوظ ہوا کیونکہ شرعی حکم کے لحاظ سے غیر مقلدانہ داڑھی میں افراط ہے، داڑھی منڈانے میں تفریط ہے اور ایک قبضہ داڑھی میں اعتدال ہے۔''خیــــر الامـــور اوسـطھـا'' کا مصداق ہے۔پھر اشتہار کے تین کالموں میں سے پہلے کالم میں غیر مقلدانہ منتشر داڑھی ہے اور تیسرے کالم کی تصویر میں داڑھی غائب ہے اور درمیان کے کالم میں ایک قبضہ داڑھی ہے تو محل وقوع کے اعتبار سے بھی خیر الامور اوسطھا ہے۔(بیہقی ۳/۲۷۳)

لطیفہ نمبر 2:

ابوالحسن مبشر احمد ربانی اہل حدیث حلقہ کے معروف عالم دین اور مفتی شمار ہوتے ہیں انہوں نے آپ کے مسائل اور ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں حصہ اول ص ۹۵ پر لکھا ہے واعفوا (داڑھی کو معاف کرو) ہم ربانی صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ واعفوا کا مفعول اللحیۃ ہوا اور اس کا معنی داڑھی کو معاف کرو۔ذرا اس کا ثبوت پیش کر کے ہمارے علم میں اضافہ کر دیں یا پھر اپنی اس غلطی کی اصلاح فرمائیں کیونکہ ان کی تقلید میں کئی غیر مقلدوں کو یہ غلط معنی کرتے ہوئے سنا ہے۔

لطیفہ نمبر 3:

احادیث مبارکہ میں داڑھی بڑھانے کا اور داڑھی کو چھوڑنے کا حکم ہے اعفوا اللحی ۔ لیکن مفہوم کے لحاظ سے اس میں دو احتمال ہیں ﴿۱﴾ مطلقاً داڑھی بڑھانا اور داڑھی کو چھوڑنا نہ فرض ہے نہ اس کا حکم ہے بلکہ ایک قبضہ تک داڑھی کا بڑھانا اور داڑھی کا چھوڑنا واجب ہے قبضہ سے زائد بالوں کا کاٹنا جائز ہے۔ اولویت اور غیر اولویت کی بحث جدا ہے لیکن زائد از قبضہ بالوں کے کاٹنے کے جواز پر سب متفق ہیں۔ اس مفہوم کی تائید میں نو (9) احادیث مرفوعہ، انیس (19) آثار صحابہ وتابعین اور ائمہ اربعہ کے مذاہب اور علماء غیر مقلدین کے ۱۲ فتاوی پیش کئے ہیں ﴿۲﴾ داڑھی کو اس طرح چھوڑا جائے کہ وہ طول وعرض میں جتنی بڑھتی ہے بڑھنے دیں اور داڑھی سے کچھ بال کاٹنا حرام ہے۔ اور مطلقاً داڑھی کو چھوڑنا فرض ہے۔ حدیث کے دو مفہوم تھے رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ اربعہ کے قول وعمل سے ہم نے بتایا ہے کہ ان کے نزدیک داڑھی کو مطلقاً چھوڑنا مراد نہیں بلکہ ایک قبضہ تک چھوڑنا واجب ہے اس سے زائد بالوں کے متعلق اختیار ہے خواہ کوئی کاٹے خواہ کوئی نہ کاٹے بشرطیکہ استہزاء وتمسخر یہ کی صورت پیدا نہ ہو لیکن فرقہ اہل حدیث کی ایک فرقی نے بغیر دلیل کے دوسرا مفہوم مراد لیا ہے اور انہوں نے حدیث کے پہلے مفہوم کو ان حضرات کی ذاتی رائے قرار دیا ہے اور اپنے سمجھے ہوئے مفہوم کو خالص حدیث اور احادیث صحیحہ کا عنوان دیدیا ہے۔ اور پھر دعوی کیا ہے کہ ہمارا عمل احادیث صحیحہ کے مطابق ہے جبکہ ان کے نزدیک باقی ساری امت حتی کہ محققین علماء اہل حدیث بھی ان احادیث صحیحہ کے تارک ہیں حالانکہ ان حضرات نے حدیثوں کو نہیں چھوڑا بلکہ آپ کے سمجھے ہوئے مفہوم کو چھوڑا ہے۔ مگر انہوں نے اپنے فہمیدہ مفہوم کے چھوڑنے کو احادیث کو چھوڑنا اور احادیث کی مخالفت قرار دیا ہے۔ چنانچہ مبشر احمد ربانی صاحب آپ کے مسائل کے ص ۱۷۷ ج ۱ پر لکھتے ہیں ایک مسلم کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان جو کہ مبنی بروحی ہوتا ہے سے بڑھ کر کسی اور چیز کی کیا ضرورت

ہوسکتی ہے۔ آپ کی احادیث صحیحہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اوراس کی کانٹ چھانٹ نہ کی جائے۔'' دیکھا آپ نے! ربانی صاحب نے ان حدیثوں کا جو مفہوم سمجھا ہے اس کو احادیث صحیحہ کا عنوان دیا ہے۔

اور حافظ عبد المنان نور پوری صاحب لکھتے ہیں'' داڑھی رکھنا بڑھانا سنت نہیں بلکہ فرض ہے، واجب ہے ...... مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنا بالکل غلط ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کی جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ ان کا اپنا عمل ہے اور ان کا عمل دین میں دلیل نہیں بنتا۔ صحابی کا اپنا قول اور اپنا عمل دلیل نہیں بنتا۔ صحابی کا اپنا عمل اور قول دلیل نہیں۔ جب یہ دلیل نہیں تو اس سے گنجائش کیسے ملی....... ما انزل الیکم من ربکم یہ حجت ہے، یہ دلیل ہے قرآن مجید ہو اور نبی کریم ﷺ کی سنت اور حدیث ہو یہ دلیل ہیں۔ موقوفات اور بزرگوں کے اقوال یہ دین میں دلیل نہیں بنتے (فتاوی نور پوری ص۲۶۴ تا ۲۶۷)

حضرت ابن عمرؓ نے اعفاء کا مفہوم یہ سمجھا کہ ایک مٹھی تک داڑھی بڑھانا واجب ہے اس سے زائد کا کترنا جائز ہے اور نور پوری صاحب نے مطلقاً چھوڑنا سمجھا لیکن انہوں نے اپنے فہمیدہ مفہوم کو وحی بنا دیا اور ابن عمرؓ کے سمجھے ہوئے مفہوم اور اس کے مطابق عمل کو ان کا اپنا عمل قرار دیکر اس کا انکار کر دیا کہ یہ ماانزل کے خلاف ہے۔

ہماری غیر مقلدین سے گذارش ہے کہ وہ خود رسول بننے اور اپنے خود تراشیدہ مفہوم کو احادیث رسول کہنے سے توبہ کریں اور صاف اعلان کریں کہ ان احادیث کا ہم نے یہ مفہوم مراد لیا ہے کہ مطلقاً داڑھی کا چھوڑنا فرض ہے اور داڑھی کا ایک بال بھی کاٹنا حرام ہے جبکہ پوری امت کے علماء نے مفہوم یہ لیا ہے کہ ایک قبضہ تک داڑھی کو بڑھانا اور چھوڑنا واجب ہے اس سے زائد بالوں کا کاٹنا جائز ہے۔ لیکن اپنے فہمیدہ یا تراشیدہ مفہوم کو خالص احادیث رسول کا عنوان دے کر مسلمانوں کو حدیث کے نام پر دھوکہ دینا چھوڑ دیں۔

غیر مقلدین سے داڑھی کے متعلق 57 سوالات

ہماری غیر مقلدین حضرات سے گذارش ہے کہ اگر وہ ہم سے فقہ چھڑانا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ فقہ میں حل شدہ اجتہادی مسائل کو اپنے اصول اور دعوی کے مطابق قرآن کریم کی صریح آیات یا صحیح صریح مرفوع احادیث سے حل کر دیں یعنی ایسی آیات واحادیث سے کہ جن میں ان کی اپنی یا امتیوں کی رائے شامل نہ ہوتو ہم فقہ کو چھوڑ دیں گے۔اسی لئے ہم نے سوالات کے جواب کیلئے دو خانے بنا دیے ہیں پہلے خانہ میں فقہی جواب درج ہے دوسرا خانہ غیر مقلدین کے جوابات کیلئے خالی چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ ہر مسئلہ کا جواب صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث تحریر کر دیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ وہ جس اجتہادی مسئلہ کے جواب میں مطلوبہ صریح دلیل تحریر کر دیں گے ہم فوراً پہلے خانہ کے فقہی جواب پر کانٹا لگا کر اس کو چھوڑ دیں گے اور اگر وہ جواب میں صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث پیش نہ کر سکیں تو اپنے جواب کے خانہ میں لکھ دیں گے کہ ہمیں اس مسئلہ پر کوئی صریح آیت یا صریح حدیث نہیں مل سکی اس لئے ہم اس مسئلہ کے فقہی جواب کو تسلیم کرتے ہیں ہمیں امید ہے کہ منصف مزاج غیر مقلدین اس معقول بات کو مان لیں گے اور مان کر فقہ کو پورے طور پر نہیں تو انشاءاللہ نوے فیصد مسائل فقہ ماننے پر مجبور ہو جائیں گے اور جو متعصب اور ضدی مزاج غیر مقلدین ہیں وہ ان دونوں باتوں سے کسی بات کو بھی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے اور نہ ہو سکتے ہیں۔

سوال ۱: داڑھی کی حد کیا ہے؟ چہرے کے کونسے بال داڑھی میں شامل ہیں اور کون سے بال خارج ہیں؟

جواب: اللحی کا معنی ہے العظم الذی علیه الاسنان وہ ہڈی جس پر دانت ہیں۔اور الذقن کا معنی ہے مجتمع اللحیین نیچے والے دائیں بائیں دونوں جبڑوں کے ملنے کی جگہ

۔ جسے ٹھوڑی کہا جاتا ہے۔ داڑھی کی حد یہ ہے شعر اللحیین والذقن ۔ نیچے کے دائیں بائیں جبڑے اور ٹھوڑی پر جو بال ہیں ان کو داڑھی کہا جاتا ہے ان کے علاوہ چہرے کے باقی بال داڑھی کی حد سے خارج ہیں (قواعد الفقہ ص۲۵۳ ۔ بحر الرائق ج۱ ص۱۲۔ رد المحتار ج۱ ص۲۲۵)

غیر مقلدین قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ۲،۲: داڑھی رکھنا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ اور ان کی تعریف کیا ہے؟

جواب: داڑھی رکھنا واجب ہے کیونکہ اعفوا وغیرہ امر کے صیغے ہیں اور یہ احادیث خبر واحد ہیں اس لئے ان سے فرض عملی یعنی درجہ وجوب ثابت ہوگا نیز داڑھی رکھنے پر تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام صحابہؓ اور علماء امت کا اجماع عملی بھی واجب ہونے کی دلیل ہے اور اگر داڑھی کے لئے سنت کا لفظ بولا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی کا وجوب سنت کے ساتھ ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

”واما الاخذ منها وهي دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد ۔

(فتح القدیر ج۲ ص۲۷۰ ۔ رد المحتار مطلب فیما یکرہ للصائم ج۲ ص۴۱۷)

داڑھی کو ایک قبضہ سے چھوٹا کرنا جیسا کہ بعض مغربی لوگ یا خنثے کرتے ہیں یہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ قبضہ کے برابر داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اور درمختار میں ہے ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته

(درمختار، رد المحتار ص۲۷۶/۹ کتاب الحظر والاباحۃ)

اور اسی وجہ سے حرام ہے مرد کے لئے داڑھی کو کاٹنا۔ وحلق کردن لحیہ حرام ست ...... وگذاشتن آن بقدر قبضہ واجب وآنکہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوکہ در دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بسنت ست (اشعۃ اللمعات ج۱ ص۲۱۲) داڑھی منڈوانا حرام ہے اور داڑھی کو بقدر قبضہ چھوڑنا واجب ہے اور اس کو سنت اس لئے کہتے ہیں کہ دین میں جاری

کردہ متواتر طریقہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے۔

فرض وہ حکم شرعی ہے جو دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ سے ثابت ہو۔ واجب وہ حکم شرعی ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جو ثبوت اور دلالت میں سے ایک جانب سے قطعی اور دوسری جانب سے ظنی ہو یعنی قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ ہو۔ سنت کا ثبوت ایسی دلیل سے ہوتا ہے جو دونوں جانب سے ظنی ہو پھر اگر اس کی تاکید بھی ہو تو وہ سنت مؤکدہ ہے تاکید نہ ہو تو سنت غیر مؤکدہ اور مستحب ہے ...... مزید تفصیل "مسائل عید پر حنفی تحقیقی جائزہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ٤: ابرو کے بال کاٹنا کیسا ہے؟

جواب: فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۸ و ردالمحتار ج ۹ ص ۶۷۰ میں ہے **ولا باس باخذ الحاجبین** ابرو کے بال لینے میں کوئی حرج نہیں۔

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ٥: نچلے ہونٹوں کے بالوں کو کاٹنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے کیونکہ یہ بال لحیہ کی حد سے خارج ہیں (قواعد الفقہ ص ۴۵۲)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ٦: داڑھی بڑھانے کے مختلف درجات ہیں۔ اگر کلین شیو آدمی کو داڑھی صاف کرنے میں دیر ہو جائے تو وہ کہتا ہے میری شیو بڑھی ہوئی ہے۔ یہ داڑھی بڑھانے کی ادنی مقدار ہے اس سے اوپر مختلف درجات ہیں شریعت میں داڑھی بڑھانے کا کون سا درجہ اور کون سا فرد مطلوب ہے؟ اور واجب ہے؟

جواب: ایک قبضہ کی مقدار واجب ہے (فتح القدیر ۲/۲۷۰۔ رد المحتار ۲/۴۱۷۔ اشعۃ اللمعات ۱/۲۱۲)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ۷، ۸، ۹: داڑھی کے بالوں کا وضوء میں کیا حکم ہے؟

جواب: درمختار میں ہے۔ جو بال چہرے کی حد سے باہر لٹکے ہوئے ہیں ان کا نہ دھونا فرض ہے نہ اس پر مسح کرنا فرض ہے بلکہ ان پر مسح کرنا سنت ہے البتہ جو چہرہ کے ساتھ متصل ہیں اور چہرہ کی حد میں داخل ہیں اگر وہ بال خفیف ہوں یعنی ان سے چمڑا نظر آتا ہو تو چمڑے تک پانی پہنچانا واجب ہے اور گھنی داڑھی ہو یعنی اس سے چمڑا نظر نہ آتا ہو تو چہرہ کی حد میں داخل تمام بالوں کا دھونا فرض ہے۔ فتویٰ اسی پر ہے۔ باقی اقوال مرجوع عنہ ہیں (درمختار مع رد المحتار ص ۲۲۵، ۲۲۶ ج ۱) اس میں تین سوال ہیں داڑھی خفیف و کثیف کی تعریف کیا ہے؟ خفیف و کثیف کا حکم ایک ہے یا ان میں فرق ہے؟ چہرہ کے متصل بالوں اور لٹکے ہوئے بالوں کا حکم ایک ہے یا فرق ہے؟

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ۱۰: ابرو، مونچھوں اور داڑھی بچہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: (چونکہ یہ داڑھی کا حصہ نہیں ہیں) اس لئے خفیفہ ہونے کی صورت میں چمڑے تک پانی پہنچانا اور طویل و کثیف ہونے کی صورت میں ان کا خلال کرنا واجب ہے۔

(ردالمحتار ص ۲۲۷ / ۱)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ۱۱، ۱۲، ۱۳: حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ داڑھی کا خلال کرتے تھے (۱) داڑھی کا خلال کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ (۲) داڑھی کے خلال کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ (۳) پوری داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے یا صرف نچلے حصہ کا؟

جواب: داڑھی کا خلال کرنا سنت غیر مؤکدہ ہے اور ردالمحتار ص ۲۵۵، ۲۵۶ / ۱ میں دو طریقے لکھے ہیں (۱) انگلیاں نیچے سے داڑھی کے بالوں میں داخل کرے اس طرح کہ

ہاتھ کی پشت گردن کی طرف ہو۔۲۔ پہلے کے برعکس یعنی ہتھیلی گردن کی طرف کر کے انگلیاں داڑھی میں داخل کرے اور دونوں صورتوں میں داڑھی کے نیچے سے پانی کا چلو بھی ڈالے۔

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۱۴ : داڑھی میں خلال کرنے کا وقت کیا ہے؟

جواب: چہرے کو تین دفعہ دھونے کے بعد ہے (ردالمحتار ص ۲۵۵/۱۔ فتاوی عالمگیری ۷/۱)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۱۵ : داڑھی کا خلال ایک ہاتھ سے کرے یا دو ہاتھ سے؟

جواب: حلیہ میں ہے کہ دائیں ہاتھ کے ساتھ خلال کرنا سنت ہے اور الدرر میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں داڑھی میں داخل کرے۔ جمہور نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے۔ (ردالمحتار ۲۵۶/۱)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۱۶: ایک آدمی نے وضوء کیا اس کے بعد اس نے داڑھی کٹوا دی یا منڈوا دی یا ابرو منڈوا دیئے یا مونچھیں منڈوا دیں تو اس پر دوبارہ وضوء کرنا واجب ہے یا نہیں؟

جواب: دوبارہ وضوء کرنا واجب نہیں (درمختار مع ردالمحتار ص ۲۲۷/۱)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۱۷ : حلق کے بال منڈوانے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: حلق کے بال منڈوانے میں کوئی حرج نہیں (فتاوی عالمگیری ص ۳۵۸/۵)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۱۸ : ایک آدمی کلین شیو ہے یا اس کی داڑھی اتنی چھوٹی ہے کہ اس میں خلال نہیں ہوسکتا تو اس کا وضوء درست ہے یا نہیں؟

جواب: وضوء درست ہے کیونکہ جب وضوء کے بعد کٹوانا بقاء وضوء کے منافی نہیں تو ابتداء

وضوء کے بھی منافی نہیں (ماخوذ از درمختار مع ردالمحتار ص ۳۵۸ / ۵)

غیر مقلدین قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۱۹ : ایک آدمی کی داڑھی پوری ہے لیکن وہ وضوء میں داڑھی کا خلال نہیں کرتا اس کا وضوء درست ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ خلالِ لحیہ سنت غیر مؤکدہ اور مستحب ہے اور سنت غیر مؤکدہ کے ترک سے وضوء یا نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ اس کے کمال میں کمی آجائیگی (ردالمحتار ۲۵۵ / ۱)

غیر مقلدین قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۲۰: فرض غسل میں گھنی داڑھی کے بالوں کا دھونا کافی ہے یا نہیں؟

جواب: گھنی داڑھی ہو تو فرض غسل میں بالوں کے درمیان اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا فرض ہے۔ فتاوی عالمگیری ص ۱۲ / ۱ میں ہے ویجب علی الرجل ایصال الماء الی اثناء اللحیۃ کما یجب الی اصولھا ۔

غیر مقلدین قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۲۱: ایک آدمی نے فرضی غسل کرنے کے بعد سر یا داڑھی منڈوادی تو اس پر غسل کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: غسل کا اعادہ ضروری نہیں (درمختار مع ردالمحتار ۱۲۷ / ۱)

غیر مقلدین قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۲۲: داڑھی منڈوانے یا کٹوانے والے آدمی کی نماز درست ہے یا نہیں؟ اشکال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جتنی داڑھی رکھنے کی تاکید فرمائی ہے اتنی رفع یدین کی تاکید نہیں فرمائی پھر نبی پاک ﷺ نے ساری زندگی میں ایک نماز بھی بغیر داڑھی کے نہیں پڑھی اور جب غیر مقلدین کے نزدیک رفع یدین کے بغیر نماز درست نہیں تو داڑھی کے بغیر کیسے درست ہوسکتی ہے؟

جواب: چونکہ داڑھی کو فقہاء کرام نے نماز کے فرائض، واجبات اور سنن میں سے شمار نہیں کیا اس لئے ایسے آدمی کی نماز درست ہے۔

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۲۳، ۲۴: داڑھی منڈوانے یا کٹوانے والا آدمی اذان اور تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ اذان یا تکبیر کہہ دے تو اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ایسے آدمی کی اذان مکروہ تحریمہ ہے اور اذان کا اعادہ کیا جائے اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۸۷۔ خیر الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۰۶۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۲ ص ۱۶۸)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۲۵: داڑھی منڈایا داڑھی کٹا آدمی امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ایسے آدمی کی امامت مکروہ تحریمہ ہے۔ کیونکہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے (رد المحتار ص ۳۵۶/۱)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۲۶: فاسق کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے (احسن الفتاویٰ ۲۶۲/۳ بحوالہ فتاوی شامی)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۲۷: اگر محرم آدمی وضوء کرے تو وہ داڑھی کا خلال کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: محرم آدمی خلال نہ کرے۔ درمختار مع ردالمحتار ۲۵۵/۱ میں ہے وتخليل اللحية لغير المحرم داڑھی کا خلال کرنا غیر محرم کے لئے سنت ہے یعنی محرم کے لئے سنت نہیں ہے۔

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۲۸: اگر محرم آدمی نے وضوء میں داڑھی کا خلال کیا یا خارش کی اور داڑھی کے بال

اکھڑ گئے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اگر تین بال یا اس سے کم گرے ہوں تو ہر بال کے بدلے ایک مٹھی گندم یا ایک کھجور کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور چار بال یا اس سے زیادہ گرے تو نصف صاع یعنی ایک صدقۃ الفطر کی مقدار گندم کا صدقہ کرنا واجب ہے (عمدۃ الفقہ ص ۵۰۳، ۵۰۴/۴)

غیر مقلدین قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۲۹: اگر محرم نے جان بوجھ کر داڑھی کے بال اکھیڑ دیئے تو کیا حکم ہے؟

جواب: وہی جواب جو سوال ۲۸ کا ابھی گذرا ہے۔

غیر مقلدین قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۳۰: اگر وضوء یا فرضی غسل کیا اور چہرہ یا سر کے بال گر گئے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تین یا اس سے کم گرے ہوں تو ان میں ایک مٹھی گندم واجب ہے اور اگر چار بال گرے ہوں تو ایک صدقۃ الفطر کی مقدار گندم کا صدقہ کرنا واجب ہے (عمدۃ الفقہ)

غیر مقلدین قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۳۱: داڑھی منڈے آدمی کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے داڑھی منڈوانے والے کی نماز جنازہ پڑھی ہے؟

جواب: چونکہ داڑھی منڈوانا گناہ کبیرہ ہے اور موجب فسق ہے اس لئے یہ آدمی فاسق ہے لیکن مسلمان ہے اور فاسق مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے (فتاوی عالمگیری ص ۱۶۲/۱ پر ہے وشرطھا اسلام المیت نماز جنازہ کی صحت کے لئے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

غیر مقلدین قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۳۲: اگر محرم نے داڑھی کے سارے بال مونڈ دیئے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس پر دم واجب ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۴۹۹/۴)

غیر مقلدین قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۳۳: ایک محرم نے داڑھی کا چوتھائی حصہ یا اس سے کم کاٹ دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر چوتھائی حصہ کاٹا تو دم واجب ہے اور اگر چوتھائی سے کم کاٹا تو صدقۃ الفطر کی مقدار گندم کا صدقہ کرنا واجب ہے (عمدۃ الفقہ ۴۹۹/۴)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۳۴: ایک محرم کی داڑھی قدرتی طور پر بہت ہی خفیف ہے اس نے وہ داڑھی مونڈ دی تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ خفیف بال پوری بھروی داڑھی کے چوتھائی کے برابر ہوں تو دم واجب ہے اس سے کم ہو تو صدقۃ الفطر کی مقدار صدقہ کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ الفقہ ۴۹۹/۴)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۳۵: احرام کی حالت میں سر، داڑھی، بغل، زیر ناف بال مونڈنے، کاٹنے کا شرعی حکم اور سینہ، رانیں، پنڈلی کے بال مونڈنے کا شرعی حکم ایک جیسا ہے یا فرق ہے؟

جواب: بدن کے بال دو قسم کے ہیں ایک وہ جو عادت کے طور پر مونڈے جاتے ہیں مثلاً گردن، سر، بغل، زیر ناف بال اور آجکل داڑھی کے بال بھی عادۃً مونڈے یا کاٹے جاتے ہیں ان میں دم واجب ہوتا ہے اگر کل یا چوتھا حصہ کاٹا ہو۔ دوسرے وہ بال جو عادت کے طور پر نہیں کاٹے جاتے جیسے سینہ، رانیں اور پنڈلی کے بال ان کے مونڈنے یا کاٹنے پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ (عمدۃ الفقہ ۴۹۹/۴)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۳۶: بال مونڈنے، کاٹنے اور بال صفا پاؤڈر یا تیل کے ساتھ بال دور کرنے کا حکم ایک ہے یا فرق ہے؟

جواب: حکم ایک ہے (ایضاً)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۳۷: بال اکھیڑنے اور اوپر سے توڑنے کا حکم ایک ہے یا فرق ہے؟

جواب: حکم ایک ہے(ایضاً)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ۳۸: محرم اپنے بال خود مونڈے یا کوئی دوسرا شخص اس کے کہنے سے یا اس کے حکم کے بغیر اس کی خوشی سے یا زبردستی سے مونڈے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ان میں سے بعض صورتوں میں محرم پر دم اور بعض صورتوں میں صدقہ واجب ہوگا(ایضاً)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ۳۹: ایک محرم نے داڑھی کے کچھ بال ایک مجلس میں کاٹے، کچھ بال دوسری مجلس میں کاٹے تو جزا ایک واجب ہوگی یا دو واجب ہوں گی؟

جواب: اگر پہلی جنایت کا کفارہ ادا کرنے کے بعد دوسری جنایت کی ہے تو دوسری جنایت پر الگ جزا واجب ہوگی اور اگر پہلی جنایت کی جزا ادا کرنے سے پہلے دوسری جنایت بھی کرلی تو ایک جزا واجب ہوگی (عمدۃ الفقہ ۴/۵۰۰)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ۴۰: محرم پر غسل فرض ہوگیا اس کے سر کے اور داڑھی کے بال اتنے گھنے ہیں کہ بغیر خلال کے بالوں کی جڑوں تک پانی نہیں پہنچ سکتا اور اگر خلال کرتا ہے تو بالوں کے اکھڑنے کا خطرہ ہے تو وہ کیا کرے؟

جواب: وہ احتیاط سے خلال کرے اس کے باوجود اگر بال گر جائیں تو تین بالوں سے کم میں ایک مٹھی گندم صدقہ کرے اور اگر چار یا چار سے زیادہ بال گرے ہوں تو صدقۃ الفطر کی مقدار صدقہ کرنا واجب ہے (عمدۃ الفقہ ۴/۴۹۹)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں............

سوال ۴۱، ۴۲، ۴۳: اگر کوئی آدمی ایک قبضہ سے زائد بال کٹوادے تو وہ فاسق ہے یا نہیں؟ اس پر حد ہے یا تعزیر؟ اور وہ کیا ہے؟ بعض صحابہ کرامؓ بھی ایک قبضہ سے زائد بال

کاٹتے تھے ان کے بارے کیا حکم ہے؟

جواب: ایک قبضہ سے زائد بال کاٹنا جائز ہے (درمختار مع ردالمحتار ص۱۷۱/۹، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، فتاوی عالمگیری ۵/۳۵۸ میں ہے والسنۃ فیھا القبضۃ وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ ۔ داڑھی میں ایک مٹھی سنت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ داڑھی کو مٹھی میں لیکر زائد بالوں کو کاٹ دے۔

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ٤٤: ایک آدمی نے مسلمان غلام خرید کیا بعد میں مشتری کو پتہ چلا کہ وہ داڑھی منڈاتا یا کٹواتا ہے کیا اس سے مشتری کو خیار عیب حاصل ہوگا یا نہیں؟

جواب: عیب کی تعریف یہ ہے کہ کل ما ینقص القیمۃ عند التجار فھو عیب (فتاوی خانیہ برحاشیہ فتاوی عالمگیری ۲/۱۹۴) مبیع میں ہر وہ نقص جو تجار کے نزدیک مبیع کی قیمت کو کم کردے وہ عیب ہے اس کی وجہ سے مشتری کو خیار عیب حاصل ہوتا ہے پس اگر غلام کے داڑھی منڈانے سے تجار کے نزدیک قیمت کم ہوجاتی ہو تو یہ عیب ہے اس کی وجہ سے مشتری کو خیار عیب حاصل ہوگا۔ اور اگر اس سے قیمت کم نہ ہوتی ہو تو خیار عیب نہ ملے گا۔

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ٤٥، ٤٦: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کا سر اس طرح مونڈا کہ بال اگنے بند ہوگئے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا اس میں مرد وعورت اور بڑا چھوٹا سب کا حکم ایک ہے یا فرق ہے؟

جواب: اس میں کامل دیت واجب ہوگی لیکن ادائیگی ایک سال کے بعد ہوگی اور اس میں مرد وزن اور صغیر وکبیر برابر ہیں (فتاوی عالمگیری ۶/۲۴)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ٤٧: اگر دونوں ابرو کے بال اس طرح کاٹے یا نوچے کہ وہ دوبارہ نہیں اگے تو اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: اس میں پوری دیت واجب ہوگی اور ایک ابرو میں نصف دیت واجب ہوگی (ایضاً)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ٤٨: اگر کسی نے دوسرے آدمی کی پلکیں نوچ دیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر چاروں نوچ دیں تو پوری دیت واجب ہے۔ دو پلکیں نوچیں تو نصف دیت واجب ہے۔ ایک پلک نوچی تو اس میں دیت کی ایک چوتھائی واجب ہے (ایضاً)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ٤٩: اگر نصف داڑھی اور نصف سر اس طرح مونڈا کہ اب اس پر بال نہیں اگتے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایک قول یہ ہے کہ نصف دیت واجب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پوری دیت واجب ہے۔ (ایضاً)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ٥٠: اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی آدھی داڑھی اس طرح مونڈی یا نوچ دی کہ وہاں بال اگنا بند ہوگئے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس میں نصف دیت واجب ہوگی (ایضاً)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ٥١: اگر یہ پتہ نہ چل سکتا ہو کہ نصف کاٹی ہے یا نصف سے کم تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں ایک عادل آدمی کا فیصلہ معتبر ہوگا (ایضاً)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ٥٢: اگر ایک آدمی کی ٹھوڑی پر چند متفرق بال ہیں تو ان کے نوچنے پر دیت واجب ہے یا نہیں؟

جواب: اگر رخسار پر بال نہ ہوں تو کوئی چیز واجب نہیں۔ اگر اس کے رخسار پر بھی بال متفرق

تھے وہ بھی اکھیڑ دیئے تو ایک عادل آدمی کا فیصلہ معتبر ہوگا۔ اور اگر رخسار پر بال متصل تھے وہ بھی اکھیڑ دیئے تو پوری دیت واجب ہوگی (درمختار مع ردالمحتار ص۲۴۰ ۱۰/۔ فتاوی عالمگیری ۶/۲۴)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں ....

سوال ۵۳: اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی داڑھی مونڈی یا نوچی، بال اگنا رک گئے پھر اگے مگر سفید بال ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس میں عادل آدمی کا فیصلہ معتبر ہے یعنی یہ اندازہ کریں گے کہ اگر وہ سفید ریش غلام ہوتا تو کتنی قیمت ہوتی اور اگر سیاہ ریش ہوتا تو کتنی قیمت ہوتی پس سفید بالوں کی وجہ سے جو قیمت کم ہوئی وہ نقصان ہے جنایت کنندہ پر اتنی قیمت واجب ہوگی (فتاوی عالمگیری ۶/۲۵)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں ....

سوال ۵۴: ایک آدمی کی داڑھی اتنی طویل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت زیر ناف حصہ کے ساتھ لگتی ہے یا موٹر سائیکل پر سوار ہونے کے وقت دائیں بائیں دو حصوں میں تقسیم ہو کر ایک مضحکہ خیز منظر پیش کرتی ہے۔ کیا ایسا آدمی داڑھی کے زیادہ بڑھے اور پھیلے ہوئے بال کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کاٹ سکتا ہے (حوالہ جات رسالہ مذکورہ میں ملاحظہ کریں)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں ....

سوال ۵۵: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی جبراً داڑھی مونڈ دی یا کاٹ دی اور دوبارہ بال اگ آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ قصاص ہے یا دیت ہے؟

جواب: اس میں تعزیر و تادیب واجب ہے (فتاوی عالمگیری ۶/۲۴)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں ....

سوال ۵۶: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے چہرے پر ایسا زخم کیا کہ اس کی داڑھی کے

سارے بال گر گئے حتی کہ دوبارہ اگنے کی امید نہیں۔ تو اس میں قصاص واجب ہے یا دیت؟

جواب : داڑھی کی وجہ سے پوری دیت واجب ہے (فتاوی عالمگیری ۶/۲۵)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........

سوال ۵۷ : ایک سفید ریش بزرگ نے سیاہ خضاب لگا کر اپنے آپ کو جوان ظاہر کر کے ایک دوشیزہ کے ساتھ نکاح کیا دوشیزہ نے بھی جوان سمجھ کر نکاح کر لیا۔ ایسا نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور اگر اصل حقیقت معلوم ہونے پر دوشیزہ اس نکاح پر راضی نہ ہو تو وہ بغیر طلاق کے آگے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب : نکاح کے لئے ایجاب وقبول، گواہ اور محل نکاح شرط ہے جو موجود ہے اس لئے نکاح منعقد ہو گیا اب طلاق کے بغیر آگے نکاح کرنا جائز نہیں۔ البتہ دھوکہ دینے کا گناہ مرد پر ہے (فتاوی عالمگیری کتاب النکاح وتبیین الحقائق کتاب النکاح)

غیر مقلدین قرآن وحدیث کی صریح دلیل سے جواب دیں..........